سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۤءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ انبیاء مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بارہ آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴿١﴾

نزدیک آگیا لوگوں کے اُن کے حساب کا وقت اور وہ بے خبر ٹلا رہے ہیں ف١

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٢﴾

کوئی نصیحت نہیں پہنچتی اُن کو اُن کے رب سے نئی مگر اُس کو سنتے ہیں کھیل میں لگے ہوئے

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَاۤ

کھیل میں پڑے ہیں دل اُنکے ف٢ اور چھپا کر مصلحت کی بے انصافوں نے یہ شخص کون ہے

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٣﴾ قٰلَ رَبِّيْ

ایک آدمی ہے تم ہی جیسا پھر کیوں پھنستے ہو اُسکے جادو میں آنکھوں دیکھتے ف٣ اُس نے کہا میرا رب کو

يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۤءِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٤﴾ بَلْ

خبر ہے بات کی آسمان میں ہو یا زمین میں اور وہ ہے سننے والا جاننے والا ف٤ اُسکو چھوڑ کر

قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا

کہتے ہیں بیہودہ خواب ہیں نہیں، جھوٹ باندھ لیا ہے نہیں، شعر کہتا ہے پھر چاہئے لے آئے ہمارے

بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٥﴾ مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ

پاس کوئی نشانی، جیسے پیغام لے کر آئے ہیں پہلے ف٥ نہیں مانا اُن سے پہلے کسی بستی نے

اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا

جنکو غارت کر دیا ہمنے کیا اب یہ مان لینگے ف٦ اور پیغام نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے مگر یہی مردوں کو ہاتھ

نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾ وَ

وحی بھیجتے تھے ہم اُن کو سو پوچھ لو یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے ف٧ اور

ف١ یعنی حساب وکتاب اور مجازات کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن یہ لوگ (مشرکین وغیرہ) سخت غفلت وجہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی تیاری قیامت کی جوابدہی کے لئے نہیں کرتے۔ اور جب آیات اللہ سنا کر خوابِ غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سن کر نہایت لاپروائی کے ساتھ ٹلا دیتے ہیں۔ گویا کبھی ان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔ سچ ہے "اَلنَّاسُ فِیْ غَفَلَاتِہِمْ وَرَحَی الْمَنِیَّۃِ تَطْحَنُ"۔

ف٢ یعنی قرآن کی بڑی بیش قیمت نصیحتوں کو محض ایک کھیل تماشہ کی حیثیت سے سنتے ہیں جن میں اگر اخلاص کے ساتھ غور کرتے تو سب دین و دنیا درست ہو جاتی۔ لیکن جب دل ہی ادھر سے غافل ہیں اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے۔

ف٣ جب نصیحت سنتے سنتے تنگ آ گئے تو چند بے انصافوں نے خفیہ میٹنگ کر کے قرآن اور پیغمبر کے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ پیغمبر تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہیں، نہ فرشتہ ہیں، نہ ہم سے زیادہ کوئی ظاہری امتیاز رکھتے ہیں۔ البتہ ان کو جادو آتا ہے۔ جو کلام پڑھ کر سناتے ہیں وہ ہو نہ ہو جادو کا کلام ہے۔ پھر تم کو کیا مصیبت نے گھیرا کہ آنکھوں دیکھتے ان کے جادو میں پھنستے ہو۔ لازم ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ قرآن کو جادو شاید اس کی قوت تاثیر اور حیرت انگیز تصرف کو دیکھ کر کہا۔ اور خفیہ میٹنگ اس لئے کی کہ آئندہ حق کے خلاف جو تدابیر کرنے والے تھے یہ اس کی تمہید تھی۔ اور ظاہر ہے کہ ہشیار دشمن اپنی معاندانہ کارروائیوں کو قبل از وقت طشت ازبام کرنا پسند نہیں کرتا اندر ہی اندر آپس میں پروپیگنڈا کیا کرتا ہے۔

ف٤ پیغمبر نے فرمایا کہ تم کتنے ہی چھپا کر مشورے کرو، اللہ کو سب خبر ہے وہ تو آسمان وزمین کی ہر بات کو جانتا ہے پھر تمہارے راز اور سازشیں اس سے کہاں پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔

ف٥ قرآن سن کر ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسے بدحواس ہو جاتے تھے کہ کسی ایک رائے پر قرار نہ تھا، کبھی اسے جادو بتاتے، کبھی پریشان خوابیں کہتے، کبھی دعویٰ کرتے کہ آپ اپنے جی سے کچھ باتیں جھوٹ گھڑ لائے ہیں۔ جن کا نام قرآن رکھ دیا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ آپ ایک عمدہ شاعر ہیں اور شاعروں کی طرح تخیل کی بلند پروازی سے کچھ مضامین مؤثر اور مسجع عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اگر واقع میں ایسا نہیں تو چاہئے کہ آپ کوئی ایسا کھلا معجزہ دکھلائیں جیسے معجزات پہلے پیغمبروں نے دکھلائے تھے۔ یہ کہنا بھی محض عناد سے دق کرنے کیلئے تھا۔ کیونکہ اول تو مکہ کے یہ جاہل مشرک پہلے پیغمبروں اور انکے معجزات کو کیا جانتے تھے، دوسرے آپ کے بیسیوں کھلے کھلے نشان دیکھ چکے تھے جو انبیائے سابقین کے نشانات سے کسی طرح کم نہ تھے۔ جن میں سب سے بڑھ کر یہی قرآن کا معجزہ تھا۔ وہ دل میں سمجھتے تھے کہ نہ یہ جادو کی مہمل عبارتیں ہیں، نہ بیہودہ خواب ہیں، نہ شاعری ہے۔ اسی لئے جب کوئی ایک بات چسپاں نہ ہوتی تو اسے چھوڑ کر دوسری بات کہنے لگتے تھے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (فرقان۔ رکوع ١)

ف٦ یعنی پہلی قوموں کو فرمائشی نشان دکھلائے گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بھی نہ مانے آخر سنۃ اللہ کے موافق ہلاک کئے گئے۔ اگر ان مشرکین مکہ کی فرمائشیں پوری کی جائیں تو ظاہر ہے یہ ماننے والے تو ہیں نہیں۔ لامحالہ حق تعالیٰ کی عام عادت کے موافق تباہ کئے جائیں گے اور ان کی بالکلیہ تباہی مقصود نہیں۔ بلکہ حکمت الٰہیہ فی الجملہ ان کے باقی رکھنے کو مقتضی ہے۔

ف٧ یہ ان کے قول "هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کا جواب ہوا۔ یعنی پہلے بھی جو پیغمبر آئے جن کی مانند نشانیاں دکھلانے کا آنحضرت صلعم سے مطالبہ کرتے ہو، وہ آنحضرت کی طرح بشر تھے فرشتے نہ تھے۔ اگر اتنی مشہور ومستفیض بات کی بھی اپنی جہالت کی وجہ سے تمکو خبر نہیں، تو خبر رکھنے والوں سے دریافت کر لو۔ آخر یہود ونصاریٰ اہل کتاب سے تمہارے تعلقات ہیں، اتنی موٹی بات ان سے ہی پوچھ لینا کہ پہلے زمانوں میں جو انبیاء ورسل تشریف لائے وہ بشر تھے یا آسمان کے فرشتے۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿٨﴾
نہیں بنائے تھے ہمنے اُنکے ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہ جانیوالے ف١
ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا
پھر سچا کر دیا ہم نے اُن سے وعدہ سو بچا دیا اُن کو اور جس کو ہم نے چاہا اور غارت کردیا
الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٩﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠﴾
حد سے نکلنے والوں کو ف٢ ہمنے اتاری ہے تمہاری طرف کتاب کہ اس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم سمجھتے نہیں ف٣
وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا
اور کتنی پیس ڈالیں ہم نے بستیاں جو تھیں گنہ گار اور اُٹھا کھڑے کئے اُنکے پیچھے اور
اٰخَرِيْنَ ﴿١١﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿١٢﴾
لوگ ف٤ پھر جب آہٹ پائی انہوں نے ہماری آفت کی، تب لگے وہاں سے ایڑ کرنے
لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ
ایڑ مت کرو اور لوٹ جاؤ جہاں تم نے عیش کیا تھا اور اپنے گھروں میں شاید کوئی تم کو
تُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٣﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ
پوچھے ف٥ کہنے لگے ہائے خرابی ہماری ہم تھے بیشک گنہگار پھر برابر یہی رہی
دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿١٥﴾ وَمَا خَلَقْنَا
اُن کی فریاد یہاں تک کہ ڈھیر کر دیئے گئے کاٹ کر بجھے پڑے ہوئے ف٦ اور ہمنے نہیں بنایا
السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ
آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے بیچ میں ہے کھیلتے ہوئے ف٧ اگر ہم چاہتے کہ بنالیں
لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ
کچھ کھلونا تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہم کو کرنا ہوتا۔ یوں نہیں پر ہم پھینک
بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ
مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اُس کا سر پھوڑ ڈالتا ہے، پھر وہ جاتا رہتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے

ف١ یعنی بشری خصائص ان میں موجود تھیں، نہ فرشتوں کی طرح ان کا بدن ایسا تھا کہ کبھی کھانا نہ کھا سکتے نہ وہ خدا تھے کہ کبھی موت اور فنا نہ آئے ہمیشہ زندہ رہا کریں۔

ف٢ ان کا امتیاز دوسرے بندوں سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے کھڑے کئے گئے تھے خدا انکی طرف وحی بھیجتا اور باوجود بے سروسامانی کے مخالفین کے مقابلہ میں انکی حمایت و نصرت کے وعدے کرتا تھا چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے۔ انکو مع رفقاء کے محفوظ رکھا اور بڑے بڑے متکبر دشمن جو ان سے ٹکرائے تباہ و غارت کر دیئے گئے۔ بیشک محمد صلعم بھی بشر ہیں لیکن اسی نوع کے بشر ہیں جن کی اعانت و حمایت ساری دنیا کے مقابلہ میں کی جاتی ہے ان کے مخالفین کو چاہیئے کہ اپنا انجام سوچ رکھیں اور پہلی قوموں کی مثالوں سے عبرت حاصل کریں۔ کہیں آخرت کے حساب سے پہلے دنیا ہی میں حساب شروع نہ کر دیا جائے۔

ف٣ یعنی قرآن کے ذریعہ سے تم کو ہر قسم کی نصیحت و فہمائش کر دی گئی اور سب برا بھلا انجام سمجھا دیا گیا۔ اگر کچھ بھی عقل ہوگی تو عذاب الٰہی سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی کوشش کروگے اور قرآن کی قدر پہچانوگے جو فی الحقیقت تمہارے مجد و شرف کی ایک بڑی دستاویز ہے۔ کیونکہ تمہاری زبان میں اور تمہاری قوم کے ایک فرد کامل پر اترا اور دنیا میں تم کو شہرت دائمی عطا کی۔ اگر اپنے ایسے محسن کو نہ مانوگے تو دنیا میں ذلیل ہوگے اور آخرت کا عذاب الگ رہا آگے ان قوموں کا دنیوی انجام بیان فرماتے ہیں جنہوں نے انبیاء سے دشمنی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کئے تھے۔

ف٤ یعنی یہ نہیں کہ ان کے نیست و نابود کر دینے سے اللہ کی زمین اجڑ گئی۔ وہ گئے دوسروں کو انکی جگہ بسا دیا گیا۔

ف٥ یعنی جب عذاب الٰہی سامنے آگیا تو چاہا کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچالیں۔ اس وقت تکوینی طور پر کہا گیا کہ بھاگتے کہاں ہو، ٹھہرو، اور ادھر ہی واپس چلو جہاں عیش کئے تھے اور جہاں بہت سے سامان تنعم جمع کر رکھے تھے۔ شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ حضرت! وہ مال و دولت اور زور و قوت کا نشہ کیا ہوا؟ وہ سامان کدھر گئے؟ اور جو نعمتیں خدا نے دے رکھی تھیں ان کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا؟ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی، اب بھی وہیں چلیے۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں تا لوگ اپنے مہمات میں آپ سے مشورے کر سکیں اور آپ کی رائیں دریافت کر سکیں (یہ سب باتیں تحکماً کہی گئی ہیں)

ف٦ یعنی جب عذاب آنکھوں سے دیکھ لیا تب اپنے جرموں کا اعتراف کیا اور برابر یہی چلاتے رہے کہ بیشک ہم ظالم اور مجرم ہیں۔ لیکن "اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ یہ وقت قبول توبہ کا نہ تھا۔ اعتراف و ندامت اس وقت سب بیکار چیزیں تھیں آخر اس طرح ختم کر دیئے گئے جیسے کھیتی ایک دم میں کاٹ کر ڈھیر کر دی جاتی ہے یا آگ میں جلتی ہوئی لکڑی بجھ کر راکھ رہ جاتی ہے۔ العیاذ باللہ

ف٧ یعنی جس میں کوئی معتد بہ حکمت اور غرض صحیح نہ ہو۔ اس لئے عقلمند کو چاہیئے کہ آفرینش عالم کی غرض کو سمجھے اور دنیا کو محض کھیل تماشا سمجھ کر انجام سے غافل نہ ہو، بلکہ خوب سمجھ لے کہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ہر نیک و بد کی جزا ملنا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔

ف۱ یعنی اگر ایسے لہو و لعب کے کام بالفرض ہماری شان کے لائق ہوتے اور ہم ارادہ بھی کرتے کہ یوں ہی کوئی مشغلہ اور کھیل تماشا بنا کر کھڑا کر دیں تو یہ چیز ہم بذات خود اپنی قدرت سے کر گزرتے۔ تمہاری داروگیر اور پکڑ دھکڑ سے اسکو کچھ سروکار نہ ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دنیا محض کھیل تماشہ نہیں بلکہ میدان کارزار ہے۔ جہاں حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے۔ حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے۔ ابھی سے تم اپنی مشرکانہ اور سفیہانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق و صداقت کا گولا جب پوری قوت سے تم پر گرے گا اس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی۔ اور کونسی طاقت بچانے آئیگی (تنبیہ) "لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا" الی آخرہ کی تقریر کئی طرح کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک سباق و لحاق کے اعتبار سے جو معنی زیادہ قریب اور صاف تھے وہ اختیار کئے ہیں۔ اور مِنْ لَّدُنَّا اور اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ کی قیود کے فوائد کی طرف لطیف اشارے کر دیئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ف۲ پھر وہ تباہ کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

ف۳ یعنی فرشتے باوجود مقربین بارگاہ ہونے کے ذرا شیخی نہیں کرتے۔ اپنے پروردگار کی بندگی اور غلامی کو فخر سمجھتے ہیں، وظائف عبودیت کے ادا کرنے میں کبھی سستی یا کاہلی کو راہ نہیں دیتے۔ شب و روز اس کی تسبیح اور یاد میں لگے رہتے ہیں۔ نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں۔ بلکہ تسبیح و ذکر ہی انکی غذا ہے۔ جس طرح ہم ہر وقت سانس لیتے ہیں اور دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں، یہی کیفیت ان کی تسبیح و ذکر کی سمجھو۔ وہ کسی کام پر مامور ہوں، کسی خدمت کو بجالا رہے ہوں ایک منٹ ادھر سے غافل نہیں ہوتے۔ جب معصوم و مقرب فرشتوں کا یہ حال ہے تو خطاکار انسان کو کہیں زیادہ اپنے رب کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔

مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ
اُن باتوں سے جو تم بتلاتے ہو ف۱ اور اسی کا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں ف۲ اور جو اُسکے نزدیک رہتے ہیں

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ
سرکشی نہیں کرتے اُس کی عبادت سے اور نہیں کرتے کاہلی یاد کرتے ہیں

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ
رات اور دن نہیں تھکتے ف۳ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اور معبود زمین میں کے کہ وہ

هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ
جلا اُٹھائینگے انکو ف۴ اگر ہوتے ان دونوں میں اور معبود، سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے ف۵ سو پاک ہے

اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ
اللہ عرش کا مالک اُن باتوں سے جو یہ بتلاتے ہیں ف۶ اُس سے پوچھا نہ جائے جو وہ کرے اور

هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا
اِن سے پوچھا جائے ف۷ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اُس سے ورے اور معبود تو کہہ لاؤ

بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
اپنی سند ف۸ یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور یہی بات ہے مجھ سے پہلوں کی کوئی نہیں، پر وہ بہت لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
نہیں سمجھتے سچی بات سو ٹلا رہے ہیں ف۹ اور نہیں بھیجا ہم نے

قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا
تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اُس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ
سو میری بندگی کرو ف۱۰ اور کہتے ہیں رحمٰن نے کر لیا کسی کو بیٹا وہ ہرگز اس لائق نہیں ف۱۱ لیکن وہ بندے ہیں

مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾
جن کو عزت دی ہے اُس سے بڑھ کر نہیں بول سکتے اور وہ اُسی کے حکم پر کام کرتے ہیں ف۱۲

ف۴ یعنی آسمان والے فرشتے تو اسکی بندگی سے کتراتے نہیں بلکہ ہمہ وقت اس کی یاد اور بندگی میں مشتغل رہتے ہیں، پھر کیا زمین میں کچھ ایسی ہستیاں ہیں جن کو خدا کے بالمقابل معبود ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ اور جب خدا انکے پجاریوں کو اپنے عذاب سے مار ڈالے تو وہ ان کو پھر جلا اٹھائیں یا ہلاکت سے بچالیں؟ ہرگز نہیں۔

ف۵ تعدد آلہہ کے ابطال پر یہ نہایت پختہ اور واضح دلیل ہے جو قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز میں پیش کی۔ اسکو یوں سمجھو کہ عبادت نام ہے کامل تذلل کا۔ اور کامل تذلل صرف اسی ذات کے سامنے اختیار کیا جاسکتا ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر طرح کامل ہو، اسی کو ہم "اللہ" یا "خدا"، کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ عاجز ہو نہ مغلوب نہ کسی دوسرے سے دبے نہ کوئی اسکے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر فرض کیجیے آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو دونوں اسی شان کے ہونگے، اس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی تخلیق اور علویات و سفلیات کی تدبیر دونوں کے کلی اتفاق سے ہوتی ہے یا گاہ بگاہ باہم اختلاف بھی ہو جاتا ہے اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لئے دونوں نے ملکر انتظام کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں اور اگر تنہا ایک سارے عالم کا کامل طور پر سرانجام کر سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا حالانکہ خدا کا وجود اسی لئے ماننا پڑا ہے کہ اس کے مانے بدون چارہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا۔ وہ خدا نہ رہا۔ اور یا دونوں بالکل مساوی و متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اول تو (معاذ اللہ) خداؤں کی اس رسہ کشی میں سرے سے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو سکے گی اور موجود چیز پر زور آزمائی ہونے لگی تو اس کشمکش میں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائیگی۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان و زمین کا یہ نظام کبھی کا درہم برہم ہو جاتا۔ ورنہ ایک خدا کا بیکار یا ناقص و عاجز ہونا لازم آتا ہے جو خلاف مفروض ہے۔

ف۶ جو عرش (تخت شاہی) کا اکیلا مالک ہے، اسکے ملک میں شرکت کی گنجائش ہی نہیں۔ دو خود مختار بادشاہ جب ایک اقلیم میں نہیں سما سکتے جن کی خود مختاری بھی محض مجازی ہے تو دو مختار کل اور قادر مطلق خدا ایک قلمرو میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔

ف۷ یعنی "خدا" تو اس ہستی کا نام ہے جو قادر مطلق اور مختار کل ہو۔ اسکی قدرت و مشیت کو روکنا تو کجا کوئی پوچھ پاچھ بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے فلاں کام اس طرح کیوں کیا۔ ہاں اسکو حق ہے کہ وہ ہر شخص سے مواخذہ اور باز پرس کر سکتا ہے۔

ف۸ پہلے توحید پر دلیل عقلی قائم کی گئی تھی۔ اب مشرکین سے انکے دعوے پر دلیل صحیح کا مطالبہ ہے۔ یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے تجویز کئے ہیں ان کا اثبات کس دلیل عقلی یا نقلی سے ہوا۔ اگر موجود ہو تو پیش کرو۔ ظاہر ہے انکے پاس بجز اوہام و ظنون اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید کے کیا رکھا تھا۔ شرک کی تائید میں نہ کوئی دلیل عقلی مل سکتی تھی، نہ نقلی جسے پیش کر سکتے۔ کذا قال المفسرون۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ پہلے ان معبودوں کو فرمایا تھا جن کو خدا کی برابر کوئی سمجھے کہ ایسے دو حاکم ہوتے تو جہان خراب ہو جاتا۔ اب ان کا ذکر فرماتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے نیچے چھوٹے چھوٹے خدا بطور نائبین اور ماتحت حکام کے ٹھہراتے ہیں۔ سو ان کو مالک کی سند چاہئے۔ سند بغیر نائب کیونکر بن سکتے ہیں۔ اگر سند ہے تو پیش کرو۔

ف۹ یعنی میری امت اور پہلی خدا پرست امتوں کی یہی ایک بات ہے کہ اس رب العرش کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں جس کی عقلی دلیل پہلے بیان ہو چکی۔ تم اگر ملل سماویہ کے اس اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل رکھتے ہو تو پیش کرو۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ امت اور پہلی امتیں اس امت کی کتاب (قرآن کریم) اور پہلی امتوں کی آسمانی کتابیں (تورات و انجیل وغیرہ) سب اس دعوائے توحید پر متفق رہی ہیں۔ چنانچہ آج بھی باوجود بیشمار تحریفات کے پہلی کتابوں کی ورق گردانی کرو تو توحید کا اعلان اور شرک کا رد صاف صاف پاؤ گے مگر یہ جاہل اس بات کو کیا سمجھیں، اگر سمجھ ہوتی تو حق بات کو سن کر ہرگز نہ ٹلاتے۔

(بقیہ بر صفحہ ۴۳۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۳۱ ف۱۰ یعنی تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع عقیدۂ توحید پر رہا ہے کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اسکے خلاف نہیں کہا۔ ہمیشہ یہی تلقین کرتے آئے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو جس طرح عقلی اور فطری دلائل سے توحید کا ثبوت ملتا ہے اور شرک کا رد ہوتا ہے۔ ایسے ہی نقلی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کا اجماع دعوائے توحید کی حقیّت پر قطعی دلیل ہے۔ ف۱۱ عرب کے بعض قبائل ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، سو بتلا دیا کہ یہ خدا کی شان رفیع کے لائق نہیں کہ بیٹھے بیٹھے بیٹیاں بنائے۔ اسی میں نصاریٰ کا رد بھی ہو گیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" کہتے ہیں۔ نیز یہود کے اس فرقہ کا جو حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتا تھا۔ ف۱۲ یعنی جن برگزیدہ ہستیوں کو تم خدا کی اولاد بتلاتے ہو وہ اولاد نہیں۔ ہاں اسکے معزز بندے ہیں اور باوجود انتہائی معزز و مقرب ہونے کے انکے ادب و اطاعت کا حال یہ ہے کہ جب تک اللہ کی مرضی اور اجازت نہ پائیں اسکے سامنے خود آگے بڑھ کر لب نہیں ہلا سکتے اور نہ کوئی کام اسکے حکم کے بدون کر سکتے ہیں۔ گویا کمال عبودیت و بندگی ہی ان کا طغرائے امتیاز ہے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ

اُسکو معلوم ہی جو اُن کے آگے ہے اور پیچھے ف۱ اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسکی جس سے

ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (۲۸) وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ

اللہ راضی ہو ف۲ اور وہ اُس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں ف۳ اور جو کوئی اُن میں کہے

اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي

کہ میری بندگی ہو اُس سے ورے، سو اُس کو ہم بدلہ دینگے دوزخ یونہی ہم بدلہ دیتے ہیں

ع ۲ / ۱۹

الظّٰلِمِيْنَ (۲۹) اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

بے انصافوں کو ف۴ اور کیا نہیں دیکھا ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ

منہ بند تھے پھر ہم نے اُنکو کھول دیا ف۵ اور بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز جس میں جان ہے ف۶

اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (۳۰) وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ص

پھر کیا یقین نہیں کرتے ف۷ اور رکھ دیے ہم نے زمین میں بھاری بوجھ کبھی انکو لیکر جھک پڑے ف۸

وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (۳۱) وَجَعَلْنَا

اور رکھیں اُس میں کشادہ راہیں تاکہ وہ راہ پائیں ف۹ اور بنایا ہم نے

السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ (۳۲) وَ

آسمان کو چھت محفوظ ف۱۰ اور وہ آسمان کی نشانیوں کو دھیان میں نہیں لاتے ف۱۱ اور

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ

وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ف۱۲ سب اپنے اپنے

فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (۳۳) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ

گھر میں پھرتے ہیں ف۱۳ اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا

اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (۳۴) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ

پھر کیا اگر تو مرگیا تو وہ رہ جائیں گے ہر جی کو چکھنی ہے موت ف۱۴

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ حق تعالیٰ کا علم انکے تمام ظاہری و باطنی احوال کو محیط ہے۔ انکی کوئی حرکت اور کوئی قول و فعل اس سے پوشیدہ نہیں، چنانچہ وہ مقرب بندے اسی حقیقت کو سمجھ کر ہمہ وقت اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہتے ہیں کہ کوئی حالت اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

ف۲ یعنی اسکی مرضی معلوم کئے بدون کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے چونکہ مؤمنین موحدین سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے انکے حق میں دنیا و آخرت میں استغفار کرنا ان کا وظیفہ ہے۔

ف۳ پھر ان کو خدا کیسے کہا جا سکتا ہے۔ جب خدا نہیں تو خدا کے بیٹے یا بیٹیاں بھی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ صحیح اولاد جنس والدین سے ہونی چاہیئے۔

ف۴ یعنی جن کو تم خدا کی اولاد یا خدا بنا رہے ہو اگر بفرض محال ان میں سے کوئی اپنی نسبت (معاذ اللہ) ایسی بات کہہ گذرے تو وہ ہی دوزخ کی سزا جو حد سے گزرنے والے ظالموں کو ملتی ہے، ہم ان کو بھی دینگے۔ ہمارے لامحدود اقتدار و جبروت سے وہ بھی باہر نہیں جا سکتے، پھر بھلا خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

ف۵ "رتق" کے اصل معنے ملنے اور ایک دوسرے میں گھسنے کے ہیں ابتداءً زمین و آسمان دونوں ظلمت عدم میں ایک دوسرے سے غیر متمیز پڑے تھے، پھر وجود کے ابتدائی مراحل میں بھی دونوں خلط ملط رہے، بعدہٗ قدرت کے ہاتھ نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اس تمیز کے بعد ہر ایک کے طبقات الگ الگ بنے، اس پر بھی منہ بند تھے نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے روئیدگی، آخر خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فائدہ کیلئے دونوں کے منہ کھول دئے، اوپر سے پانی کا دہانہ کھلا، نیچے سے زمین کے مسام کھل گئے۔ اسی زمین میں سے حق تعالیٰ نے نہریں اور کانیں اور طرح طرح کے سبزے نکالے، آسمان کو کتنے بے شمار ستاروں سے مزین کر دیا جن میں سے ہر ایک کا گھر جدا اور چال جدی رکھی۔

ف۶ یعنی عموماً جاندار چیزیں جو تم کو نظر آتی ہیں بالواسطہ و بلا واسطہ پانی سے بنائی گئیں۔ پانی ہی ان کا مادہ ہے الّا کوئی ایسی مخلوق جسکی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس کی پیدائش میں پانی کو دخل نہیں وہ مستثنیٰ ہوگی۔ تاہم للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے یہ کلیہ صادق رہے گا۔

ف۷ یعنی قدرت کے ایسے کھلے نشان اور محکم انتظامات کو دیکھ کر بھی کیا لوگوں کو خدا کے وجود اور اسکی وحدانیت پر یقین نہیں آتا۔

ف۸ اس کی تقریر سورۂ نحل میں گذر چکی۔

ف۹ یعنی ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک والوں سے مل سکیں اگر پہاڑ ایسے ڈھب پر پڑتے کہ راہیں بند ہو جاتیں تو یہ بات کہاں ہوتی (کذا فی الموضح) ان ہی کشادہ راہوں کو دیکھ کر انسان حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور توحید کی طرف راہ پا سکتا ہے۔

ف۱۰ یعنی نہ گرے نہ ٹوٹے پھوٹے نہ بدلی جائے اور شیاطین کے استراق سمع سے بھی محفوظ ہے۔ اور چھت اس لئے کہا کہ دیکھنے میں چھت کی طرح معلوم ہوتی ہے ف۱۱ کہ کیسی مضبوط و محکم اور وسیع و بلند چھت اتنی مدت سے بدون ستون اور کھمبے کے کھڑی ہے۔ ذرا سا رنگ و روغن اور پلاسٹر بھی نہیں جھڑتا۔ ف۱۲ یہ ان ہی آسمانی نشانیوں کی قدرے تفصیل ہوئی ف۱۳ یعنی سورج چاند بلکہ ہر سیارہ اپنے مدار پر پڑا چکر کھا رہا ہے "یَسْبَحُوْنَ" کے لفظ سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیارات اللہ کے حکم سے بذات خود چلتے ہیں۔ واللہ اعلم

ف۱۴ یعنی جس طرح مذکورہ بالا مخلوقات کا وجود حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہوا۔ تمام انسانوں کی زندگی بھی اسی کی عطا کردہ ہے جس وقت چاہے گا چھین لے گا۔ موت ہر ایک پر ثابت کر دے گی کہ تمہاری ہستی تمہارے قبضہ میں نہیں۔ چند روز کی چہل پہل تھی جو ختم ہوئی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ کافر حضور کی باتیں سن کر کہتے تھے۔ کہ یہ ساری دھوم محض اس شخص کے دم تک ہے، یہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر کچھ نہیں" اس سے اگر ان کی غرض یہ تھی کہ موت آنا نبوت کے منافی ہے تو اس کا جواب دیا "وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ" یعنی انبیاء و مرسلین میں سے کون ایسا ہے جس پر کبھی موت طاری نہ ہو ہمیشہ زندہ رہے۔ اور اگر محض آپ کی موت کے تصور سے اپنا دل ٹھنڈا کرنا ہی مقصود تھا تو اس کا جواب "اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ" میں دیدیا یعنی خوشی کا ہے کی؟ کیا آپ کا انتقال ہو جائے تو تم کبھی نہیں مرو گے قیامت کے بوریے سمیٹو گے؟ جب تم کو بھی آگے پیچھے مرنا ہے تو پیغمبر کی وفات پر خوش ہونے کا کیا موقع ہے۔ اس راستہ سے تو سب کو گذرنا ہے کون ہے جس کو کبھی موت کا مزا چکھنا نہیں پڑے گا گویا توحید اور دلائل قدرت بیان کرنے کے بعد اس آیت میں مسئلہ نبوت کی طرف روئے سخن پھیر دیا گیا۔

وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا
اور ہم تم کو جانچتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے آزمانے کو ف۱ اور ہماری طرف پھر کر آجاؤ گے ف۲ اور جہاں
رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَٰذَا الَّذِي
تجھ کو دیکھا منکروں نے تو کوئی کام نہیں اُن کو تجھ سے مگر ٹھٹھا کرنا کیا یہی شخص ہے جو
يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾
نام لیتا ہے تمہارے معبودوں کا اور وہ رحمٰن کے نام سے منکر ہیں ف۳
خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾ ف۴
بنا ہے آدمی جلدی کا اب دکھلاتا ہوں تم کو اپنی نشانیاں، سو مجھ سے جلدی مت کرو
وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ
اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ف۵ اگر جان لیں
الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ
یہ منکر اُس وقت کو کہ نہ روک سکیں گے اپنے منہ سے آگ اور نہ اپنی
ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ
پیٹھ سے اور نہ اُن کو مدد پہنچے گی کچھ نہیں وہ آئیگی اُن پر ناگہاں، پھر اُنکے ہوش کھو دیگی
فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
پھر نہ پھیر سکیں گے اُس کو اور نہ اُن کو فرصت ملے گی ف۶ اور ٹھٹھے ہو چکے ہیں
بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا
رسولوں سے تجھ سے پہلے پھر اُلٹ پڑی ٹھٹھا کرنے والوں پر اُن میں سے وہ چیز جس کا
بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَنْ يَكْلَؤُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ
ٹھٹھا کرتے تھے ف۷ تو کہہ کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات میں اور دن میں
الرَّحْمَٰنِ ۗ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ
رحمٰن سے ف۸ کوئی نہیں وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں ف۹ یا اُن کے واسطے

ف۱ یعنی دنیا میں سختی نرمی، تندرستی، بیماری تنگی فراخی اور مصیبت وعیش وغیرہ مختلف احوال بھیج کر تم کو جانچا جاتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہو جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور کتنے لوگ ہیں جو مایوسی یا شکوہ شکایت اور ناشکری کے مرض میں مبتلا ہیں۔

ف۲ جہاں تمہارے صبر و شکر اور ہر نیک و بدعمل کا پھل دیا جائے گا۔

ف۳ یعنی انجام سے بالکل بے فکر ہو کر یہ لوگ پیغمبر علیہ السلام کی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ چنانچہ استہزاء و تحقیر سے کہتے ہیں "أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ" "کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے"، انہیں شرم نہیں آتی کہ خود حقیقی معبود کے ذکر اور "رحمٰن" کے نام تک سے چڑتے ہیں اس کی سچی کتاب کے منکر ہیں، اور جھوٹے معبودوں کی برائی سن کر چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ اندریں صورت ہنسی کے قابل انکی حالت ہوئی یا فریق مقابل کی؟

ف۴ شاید کفار کے سفیہانہ استہزاء و تمسخر کو سن کر بعضوں کا جی چاہا ہوگا کہ ان بے حیاؤں پر فوراً عذاب آجائے تو اچھا ہو، اور خود کفار بھی بطور استہزاء جلدی مچایا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو وہ عذاب فوراً کیوں نہیں لے آتے۔ دونوں کو بتلایا کہ انسان بڑا جلد باز ہے گویا اسکے خمیر میں جلدی پڑی ہے، چاہئے کہ تھوڑا سا صبر کرو عنقریب ہم اپنے قہر و انتقام کی نشانیاں تم کو دکھلا دونگا۔

ف۵ یعنی کہتے رہتے ہو کہ قیامت آئے گی اور سب کافر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلیں گے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر سچے ہو تو قیامت اور جہنم کو ابھی کیوں نہیں بلا لیتے۔

ف۶ یعنی اگر ان پر حقیقت منکشف ہو جائے اور اس ہولناک گھڑی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی ایسی درخواست نہ کریں۔ یہ باتیں اس وقت بے فکری میں سوجھ رہی ہیں، جب وہ وقت سامنے آجائے گا کہ آگے پیچھے ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی تو نہ کسی طرف سے اس کو دفع کر سکیں گے، نہ کہیں سے مدد پہنچے گی، نہ مہلت ملے گی، نہ پہلے سے اسکا کامل اندازہ ہوگا۔ اس کے اچانک سامنے آجانے سے ہوش باختہ ہو جائینگے تب پتہ چلے گا کہ جس چیز کی ہنسی کرتے تھے وہ حقیقت ثابتہ تھی۔

ف۷ یعنی جس چیز سے ٹھٹھا کرتے تھے اسکی سزا نے گھیر لیا اور انکی ہنسی ان ہی پر الٹ دی گئی۔

ف۸ یعنی رحمان کے غصہ اور عذاب سے تمہاری حفاظت کرنے والا دوسرا کون ہے، محض اسکی رحمت واسعہ ہے جو فوراً عذاب نازل نہیں کرتا لیکن ایسے رحمت والے حلیم و بردبار کے غصہ سے ڈرنا بھی بہت چاہئے نعوذ باللہ من غضب الحلیم۔

ف۹ یعنی رحمان کی حفاظت کا ان کو احساس و اعتراف نہیں۔ عیش و تنعم اور پرامن زندگی نے پروردگار حقیقی کی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ اسی لئے جب اس کی طرف سے کوئی نصیحت کی جاتی ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ یہ کہاں کی باتیں شروع کر دیں۔

ف۱ یعنی کیا اپنے فرضی معبودوں کی نسبت خیال ہے کہ وہ انکی حفاظت کرتے ہیں؛ اور موقع آنے پر خدا تعالیٰ کے غضب سے بچالیں گے؟ سو وہ مسکین انکی مدد اور حفاظت تو درکنار خود اپنے وجود کی حفاظت
بھی نہیں کرسکتے، اگر ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے یا کچھ چیز انکے پاس سے چھین کرلے جانے تو اتنی قدرت نہیں کہ مدافعانہ تحفظ کے لئے خود ہاتھ پاؤں ہلاسکیں یا اپنے بچاؤ کی خاطر ہماری امداد و
رفاقت حاصل کرلیں۔ ف۲ یعنی رحمان کی کلاءت وحفاظت اور بتوں کا عجز و بیچارگی ایسی چیز نہیں جس کو یہ لوگ سمجھ نہ سکیں۔ بات یہ ہے کہ پشتہا پشت سے یہ لوگ بیفکری کی زندگی گذا
رہے ہیں۔ کوئی جھٹکا عذاب الٰہی کا نہیں لگا اس پر مغرور ہوگئے اور غفلت کے نشہ میں چور ہوکر حق تعالیٰ کا پیغام اور پیغمبروں کی نصیحت قبول کرنے سے منہ موڑلیا ف۳ یعنی عرب کے

اَلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ
کوئی معبود ہیں کہ اُن کو بچاتے ہیں ہمارے سوا وہ اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے

وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ (٤٣) بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ
اور نہ اُن کی ہماری طرف سے رفاقت ہو ف۱ کوئی نہیں پر ہمنے عیش دیا اُن کو اور اُنکے باپ دادوں کو

حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ
یہاں تک کہ بڑھ گئی اُن پر زندگی ف۲ پھر کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (٤٤) قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ
گھٹاتے اُس کے کناروں سے اب کیا وہ جیتنے والے ہیں ف۳ تو کہہ میں جو تم کو ڈراتا ہوں

بِالْوَحْىِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ (٤٥) وَلَئِنْ
سو حکم کے موافق، اور سنتے نہیں بہرے پکارنے کو جب کوئی اُنکو ڈر کی بات سنائے ف۴ اور کہیں

مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا
پہنچ جائے اُن تک ایک بھاپ تیرے رب کے عذاب کی تو ضرور کہنے لگیں ہائے کمبختی ہماری بیشک

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (٤٦) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
ہم تھے گنہ گار ف۵ اور رکھیں گے ہم ترازوئیں انصاف کی قیامت کے دن

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
پھر ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ایک ذرہ اور اگر ہوگا برابر رائی کے دانہ کی

خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (٤٧) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى
تو ہم لے آئینگے اُسکو ف۶ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کو ف۷ اور ہم نے دی تھی موسیٰ

وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ (٤٨) الَّذِيْنَ
اور ہارون کو فیصلے چکانیوالی کتاب اور روشنی اور نصیحت ڈرنیوالوں کو ف۸ جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ (٤٩)
ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور وہ قیامت کا خطرہ رکھتے ہیں ف۹

ملک میں اسلام پھیلنے لگا ہے اور کفر گھٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہاں کی زمین کافروں پر تنگ ہوتی جارہی ہے۔ ان کی حکومتیں اور سرداریاں ٹوٹتی جارہی ہیں۔ کیا ایسے کھلے ہوئے آثار و قرائن دیکھ کر بھی انہیں اپنا انجام نظر نہیں آتا۔ اور کیا ان مشاہدات کے باوجود وہ اسی کے امیدوار ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں پر ہم غالب ہونگے۔ اگر چشم عبرت ہے تو چاہئے کہ عقل سے کام لیں اور قرائن و احوال سے مستقبل کا اندازہ کریں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کے گرد وپیش کی بستیاں انبیاء کی تکذیب وعداوت کی سزا میں تباہ کیجا چکی ہیں اور ہمیشہ آخر کار خدا کے وفاداروں کا مشن کامیاب رہا ہے۔ پھر سید المرسلین اور مومنین کاملین کے مقابلہ میں غالب آنے کی ان کو کیا توقع ہوسکتی ہے۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (احقاف۔ رکوع ۴) (تنبیہ) اس مضمون کی آیت سورۂ رعد کے آخر میں گذرچکی وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔

ف۴ یعنی ہمارا کام وحی الٰہی کے موافق نصیحت سنادینا اور انجام سے آگاہ کردینا ہے۔ دل کے بہرے اگر اس پکار کو نہ سنیں تو ہمارا قصور نہیں۔ وہ خود اپنے بہرے پن کا خمیازہ بھگتیں گے۔

ف۵ یعنی یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں، صرف اس وقت تک ہے کہ ذرا زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔ اگر عذاب الٰہی کی ذراسی بھنک کان میں پڑگئی یا خدا کے قہر وانتقام کی ادنیٰ بھاپ بھی انکو چھوگئی تو آنکھ کان سب کھل جائینگے اس وقت بدحواس ہوکر چلائیں گے کہ بیشک ہم بڑے بھاری مجرم تھے جو ایسی کمبختی آئی۔

ف۶ یعنی رائی کے دانہ کی برابر کسی کا عمل ہوگا وہ بھی میزان میں تلے گا، ادھر ادھر ضائع نہ ہوگا۔ نہ کسی پر ظلم وزیادتی کی جائیگی۔ رتی رتی کا حساب برابر کردیا جائیگا (تنبیہ) "موازین" میزان کی جمع ہے شاید بہت سی ترازوئیں ہوں یا ایک ہی ہو مگر مختلف اعمال وعمال کے اعتبار سے کئی قرار دے دی گئیں واللہ اعلم۔ وزن اعمال اور میزان کے متعلق پہلے سورۂ "اعراف" میں کلام کیا جاچکا ہے اسے دیکھ لیا جائے۔

ف۷ یعنی ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہوگا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب نہیں۔ نہ ہم کو ساری مخلوق کا حساب لینے میں کسی مددگار کی ضرورت ہے۔ آگے بتلایا کہ انذار وتخویف کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے آج جن باتوں سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم ڈراتے ہیں انبیاء سابقین بھی ان سے ڈراتے چلے آئے ہیں۔

ف۸ یعنی تورات شریف جو حق و باطل، ہدایت وضلالت اور حلال و حرام کے قضیے چکانے والی اور جہل وغفلت کی اندھیریوں میں روشنی پہنچانے والی اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سنانے والی کتاب تھی۔

ف۹ قیامت کا خطرہ بھی اسی لئے رکھتے ہیں کہ ان کے دل میں خدا کا ڈر ہے۔ ہر وقت دل میں کھٹکا لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں کیا صورت پیش آئے گی۔ کہیں العیاذ باللہ حق تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے مورد نہ بن جائیں۔ ظاہر ہے ایسے ہی لوگ نصیحت سے منتفع ہوتے ہیں۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ
اور یہ ایک نصیحت ہے برکت کی جو ہم نے اُتاری سو کیا تم اُسکو نہیں مانتے ف۱ اور آگے دی تھی ہمنے

اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ
ابراہیم کو اُس کی نیک راہ ف۲ اور ہم رکھتے ہیں اُس کی خبر ف۳ جب کہا اُس نے اپنے باپ کو

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا
اور اپنی قوم کو یہ کیسی مورتیں ہیں جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو ف۴ بولے

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ
ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو انہی کی پوجا کرتے ف۵ بولا مقرر رہے تم اور تمہارے باپ دادے

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾
صریح گمراہی میں ف۶ بولے تو ہمارے پاس لایا ہے سچی بات یا تو کھلاڑیاں کرتا ہے ف۷

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ
بولا نہیں رب تمہارا وہی ہے رب آسمان اور زمین کا جس نے اُن کو بنایا اور

اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ
مَیں اسی بات کا قائل ہوں ف۸ اور قسم اللہ کی مَیں علاج کرونگا تمہارے بتوں کا

بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ
جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر ف۹ پھر کر ڈالا اُن کو ٹکڑے ٹکڑے مگر ایک بڑا انکا کہ شاید

اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ
اُسکی طرف رجوع کریں ف۱۰ کہنے لگے کس نے کیا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ وہ تو کوئی

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ ؕ
بے انصاف ہے ف۱۱ وہ بولے ہمنے سنا ہے ایک جوان بتوں کو کچھ کہا کرتا ہے، اُسکو کہتے ہیں ابراہیم ف۱۲

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا
وہ بولے اُس کو لے آؤ لوگوں کے سامنے شاید وہ دیکھیں ف۱۳ بولے

ف۱ یعنی ایک نصیحت کی کتاب یہ قرآن تمہارے سامنے موجود ہے جس کا جلیل القدر عظیم النفع اور کثیر الخیر ہونا، تورات سے بھی زیادہ روشن ہے۔ کیا ایسی واضح اور روشن کتاب کے تم منکر ہوتے ہو جہاں انکار کی گنجائش ہی نہیں۔

ف۲ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت موسٰی و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام سے پیشتر ہم نے ابراہیم کو اسکی اعلیٰ قابلیت و شان کے مناسب رشد و ہدایت دی تھی، بلکہ جوانی سے پہلے ہی بچپن میں اس نیک راہ پر ڈال دیا تھا جو ایسے اولوالعزم انبیاء کے شایان شان ہو۔

ف۳ یعنی اسکی استعداد و اہلیت اور کمالات علمیہ و عملیہ کی پوری خبر ہم ہی رکھتے ہیں۔ اسی لئے جو رشد و ہدیٰ اس کے حسب حال تھی ہم نے عطا کردی۔

ف۴ یعنی ذرا ان کی اصلیت اور حقیقت تو بیان کرو۔ آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں۔

ف۵ یعنی عقل و فطرت اور نقل معتد بہ کی کوئی شہادت ہماری تائید میں نہیں ہے نہ سہی لیکن بڑی بھاری دلیل بت پرستی کے حق و صواب ہونے کی یہ ہے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا ان ہی کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں۔ پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔

ف۶ یعنی اس دلیل سے تمہاری حقانیت اور عقلمندی ثابت نہ ہوئی۔ ہاں یہ ثابت ہوا کہ تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح گمراہ اور بیوقوف تھے جن کی کورانہ تقلید میں تم تباہ ہو رہے ہو۔

ف۷ تمام قوم کے عقیدہ کے خلاف ابراہیمؑ کی ایسی سخت گفتگو سن کر ان میں اضطراب پیدا ہو گیا کہنے لگے کیا سچ مچ تیرا خیال اور عقیدہ یہی ہے یا محض ہنسی اور دل لگی کرتا ہے۔

ف۸ یعنی میرا عقیدہ ہی یہ ہے اور پورے یقین و بصیرت سے اسکی شہادت دیتا ہوں کہ میرا تمہارا سب کا رب وہ ہی ایک خدا ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے اور ان کی دیکھ بھال رکھی۔ کوئی دوسری چیز اسکی خدائی میں شریک نہیں ہو سکتی۔

ف۹ یہ بات ذرا آہستہ کہی کہ بعض نے سنی، بہتوں نے نہ سنی، جنہوں نے سنی اسکی کچھ پروا نہ کی، کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ تنہا ایک نوجوان ساری قوم کے معبودوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

ف۱۰ جب وہ لوگ شہر سے باہر ایک میلہ میں گئے تب ابراہیمؑ نے بتخانہ میں جاکر بتوں کو توڑ ڈالا۔ صرف ایک بت کو باقی رہنے دیا جو باعتبار جثہ کے یا تعظیم و تکریم کے ان کے نزدیک سب سے بڑا تھا، اور جس کلہاڑی سے توڑا تھا وہ اس بڑے کے گلے میں لٹکا دی، تا وہ لوگ جب واپس آکر یہ صورت حال دیکھیں تو قدرتی طور پر ان کا خیال اس بڑے بت کی طرف ہو یا الزامًا اس کی طرف رجوع کرایا جا سکے۔

ف۱۱ یعنی یہ گستاخی اور بے ادبی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے کی۔ یقینًا جس نے یہ کام کیا بڑا ظالم اور شریر ہے (استغفراللہ) یہ شاید ان لوگوں نے کہا ہوگا جن کے کان تک "تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ" کی آواز نہ پہنچی تھی۔

ف۱۲ یہ کہنے والے وہ لوگ ہونگے جو حضرت ابراہیم کے جملے سن چکے تھے۔ یعنی وہ ہی ایک شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے، یقینًا یہ کام اسی نے کیا ہوگا۔

ف۱۳ یعنی اس کو بلا کر بر ملا مجمع عام میں بیان لیا جائے۔ تا معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر اور خود اس کی باتیں سن کر گواہ رہیں کہ جو سزا اس کو قوم کی طرف سے دی جائیگی بیشک وہ اس کا مستحق تھا۔ یہ تو ان کی غرض تھی اور حضرت ابراہیمؑ کا مقصود بھی یہ ہی ہوگا کہ مجمع عام میں ان کو موقع ملے کہ مشرکین کو عاجز و مبہوت کریں اور علیٰ رؤس الاشہاد غلبۂ حق کا اظہار ہو۔

ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ

کیا تو نے کیا ہے یہ ہمارے معبودوں کے ساتھ اے ابراہیم بولا نہیں پر یہ کیا ہے انکے اس بڑے

هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ

نے سو اُن سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں ف۱ پھر سوچے اپنے جی میں

فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ

پھر بولے لوگو تم ہی بے انصاف ہو ف۲ پھر اوندھے ہو گئے سر جھکا کر ف۳ تو تو

عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جانتا ہے جیسا یہ بولتے ہیں ف۴ بولا کیا پھر تم پوجتے ہو اللہ سے ورے

مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

ایسے کو جو تمہارا کچھ بھلا کرے نہ برا بیزار ہوں میں تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو

دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ

اللہ کے سوائے کیا تم کو سمجھ نہیں ف۵ بولے اس کو جلاؤ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾

اگر کچھ کرتے ہو ف۶ ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈک ہو جا اور آرام ابراہیم پر ف۷

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا

اور چاہنے لگے اُس کا برا پھر انہی کو ہم نے ڈالا نقصان میں ف۸ اور بچا نکالا ہم نے اسکو اور لوط کو

اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ۭ

اُس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہم نے جہان کے واسطے ف۹ اور بخشا ہم نے اس کو اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً

اور یعقوب دیا انعام میں ف۱۰ اور سب کو نیک بخت کیا ف۱۱ اور ان کو کیا ہم نے پیشوا

يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ

راہ بتلاتے تھے ہمارے حکم سے ف۱۲ اور کہلا بھیجا ہم نے اُن کو کرنا نیکیوں کا اور قائم رکھنی نماز

ف۱ یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ اس بڑے گرو گھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے، یہ کام کیا ہوگا۔ لیجئے بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و تبکیت میں یہ دعوے کئے لیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا۔ اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے۔ اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں، اس لئے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کر لو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا، اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کر دینگے؟ (تنبیہ) ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ "بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقۃً جھوٹ کہا جائے۔ بلکہ انکی تحمیق و تجہیل کے لئے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعوی لیکر بطور تعریض و الزام کلام کیا گیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے اسکو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معلوم ہوتی ہے اسی لئے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق صورۃً کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اسکی توجیہ میں اور بھی کئی محمل بیان کئے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک یہ ہی تقریر زیادہ صاف بے تکلف اور اقرب الی الروایات ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۲ یعنی سمجھے کہ بیکار پتھر پوجنے سے کیا حاصل یا یہ مطلب ہو کہ تم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کہ باوجود ابراہیمؑ کی دھمکی سننے کے یوں ہی لاپروائی سے بتخانہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے اپنے معبودوں کی حفاظت کا کوئی سامان کر کے نہ گئے۔ کذا قال ابن کثیرؒ۔

ف۳ یعنی شرمندگی سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے۔

ف۴ یعنی جان بوجھ کر ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتا ہے، کہیں پتھر بھی بولے ہیں؟

ف۵ یعنی پھر تم کو ڈوب مرنا چاہئے کہ جو مورتی ایک لفظ نہ بول سکے، کسی آڑے وقت کام نہ آ سکے، ذرہ برابر نفع و نقصان اس کے اختیار میں نہ ہو، اسے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے، کیا اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔

ف۶ یعنی بحث و مناظرہ میں تو اس سے جیت نہیں سکتے۔ اب صرف ایک ہی صورت ہے کہ (جو معبود ہماری بلکہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے) ہم ان کی مدد کریں اور انکے دشمن کو سخت ترین سزا دیں۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو ہم نے کچھ کام نہ کیا۔ چنانچہ اس مشورہ کے موافق حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کی سزا تجویز ہوئی۔ گویا جس طرح ابراہیمؑ نے بت توڑ کر ان کے دل جلائے تھے، یہ ان کو آگ میں جلا ڈالیں۔ آخر ظالموں نے جمع ہو کر نہایت اہتمام اور بے رحمی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کو سخت بھڑکتی ہوئی آگ کے نذر کر دیا۔

ف۷ یعنی تکویناً آگ کو حکم ہوا کہ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا۔ لیکن اس قدر ٹھنڈی نہیں کہ برودت سے تکلیف پہنچنے لگے۔ ایسی معتدل ٹھنڈک ہو جو جسم و جان کو خوشگوار معلوم ہونے لگے (تنبیہ) آگ کا ابراہیمؑ پر ٹھنڈا ہو جانا ان کا معجزہ تھا۔ معجزہ کی حقیقت یہ ہی ہے کہ حق تعالیٰ اپنی عام عادت کے خلاف سبب عادی کو مسبب سے یا مسبب کو سبب سے جدا کر دے، یہاں احراق کا سبب (آگ) موجود تھی، مگر مسبب اس پر مرتب نہ ہوا۔ معجزہ وغیرہ کے متعلق مفصل کلام ہم نے ایک مستقل تحریر میں کیا ہے جو رسالہ "الحمود" کے کئی نمبروں میں چھپ چکی فلیراجع

ف۸ یعنی ابراہیمؑ کا برا چاہتے تھے۔ لیکن خود ناکامی، ذلت اور خسارہ میں پڑ گئے۔ حق کی صداقت برملا ظاہر ہوئی اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔ قال فی "البحر المحیط" "قد اکثر الناس فی حکایۃ ما جرٰی لابراہیم علیہ السلام۔ والذی صح ہو ما ذکرہ اللہ تعالیٰ من انہ علیہ السلام القی فی النار فجعلہا اللہ علیہ بردًا وسلمًا"۔

ف۹ یعنی حضرت ابراہیمؑ کو مع حضرت لوطؑ کے صحیح سالم ملک شام میں لے گئے جہاں بہت سی ظاہری و باطنی برکات ودیعت کی گئی ہیں۔

ف۱۰ یعنی بڑھاپے میں بیٹا مانگا تھا ہم نے پوتا بھی دیدیا یعنی یعقوب علیہ السلام

ف۱۱ یعنی ابراہیمؑ، لوطؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں ہیں۔ کیونکہ سب نبی ہوئے اور انبیاء سے بڑھ کر نیکی کس میں ہو سکتی ہے۔

ف۱۲ یعنی ایسے کامل تھے کہ دوسروں کی تکمیل بھی کرتے تھے۔

ف۱ یعنی ان کی طرف وحی بھیجی جس میں ان امور کی تاکید تھی۔ یہ ان کا کمال علمی ہوا۔ ف۲ یعنی شب و روز ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے کسی دوسری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ یہی انبیاء کی شان ہوتی ہے کہ ان کا ہر کام خدا کی بندگی کا پہلو لئے ہوتا ہے۔ یہ عملی کمال ہوا۔ ف۳ یعنی حکمت و حکومت اور علم و فہم جو انبیاء کی شان کے لائق ہو
ف۴ بستی سے مراد "سدوم"، اور اس کے ملحقات ہیں۔ وہاں کے لوگ خلاف فطرت افعال کے مرتکب اور بہت سے گندے کاموں میں مبتلا تھے۔ ان کا قصہ پہلے کئی جگہ گذر چکا۔

وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ۙ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ
اور دینی زکوٰۃ ف۱ اور وہ تھے ہماری بندگی میں لگے ہوئے ف۲ اور لوط کو دیا ہم نے حکم اور

عِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ
سمجھ ف۳ اور بچا نکالا اُس کو اُس بستی سے جو کرتے تھے گندے کام

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ۙ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ
وہ تھے لوگ بُرے نافرمان ف۴ اور اُس کو لے لیا ہم نے اپنی رحمت میں، وہ ہے

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ۧ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ
نیک بختوں میں ف۵ اور نوح کو جب اُس نے پکارا اُس سے پہلے ف۶ پھر قبول کر لی ہمنے اُسکی دعا،

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ۚ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ
سو بچا دیا اُسکو اور اُسکے گھر والوں کو بڑی گھبراہٹ سے اور مدد کی اُسکی ان لوگوں پر

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں وہ تھے بُرے لوگ پھر ڈبا دیا ہم نے

اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ
اُن سب کو ف۷ اور داؤد اور سلیمان کو جب لگے فیصل کرنے کھیتی کا جھگڑا جب روند گئیں

فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ۙ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ
اُسکو رات میں ایک قوم کی بکریاں، اور سامنے تھا ہمارے اُن کا فیصلہ پھر سمجھا دیا ہمنے وہ فیصلہ سلیمان کو

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ
اور دونوں کو دیا تھا ہمنے حکم اور سمجھ ف۸ اور تابع کئے ہمنے داؤد کے ساتھ پہاڑ، تسبیح پڑھا کرتے

وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ
اور اڑتے جانور ف۹ اور یہ سب کچھ ہم نے کیا ف۱۰ اور اُس کو سکھلایا ہم نے بنانا ایک تمہارا لباس

لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ
کہ بچاؤ ہو تم کو تمہاری لڑائی میں ف۱۱ سو کچھ تم شکر کرتے ہو ف۱۲ اور سلیمان کے تابع کی

ف۵ یعنی جب لوطؑ کی قوم پر عذاب بھیجا تو لوط اور اس کے ساتھیوں کو ہم نے اپنی مہربانی اور رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیا۔ تا نیکوں کا اور بدوں کا انجام الگ الگ ظاہر ہو جائے۔

ف۶ یعنی ابراہیمؑ اور لوطؑ سے پہلے۔

ف۷ نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک قوم کو سمجھاتے رہے۔ اتنی طویل مدت میں سخت زہرہ گداز سختیاں اٹھائیں۔ آخر دعا کی "اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (قمر رکوع ۱) اور "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا" (نوح۔ رکوع ۲) حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ کافروں کو طوفان سے غرق کر دیا اور نوحؑ کو مع ہمراہیوں کے طوفان کی گھبراہٹ اور کفار کی ایذا دہی سے بچا لیا۔ ان کا مفصل قصہ پہلے گذر چکا۔

ف۸ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے صاحبزادے ہیں، اور خود نبی ہیں دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت، قوت فیصلہ اور علم و حکمت عنایت فرمائے تھے۔ حضرت سلیمان بچپن ہی میں اس قدر غیر معمولی سمجھ کی باتیں کرتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آ گھسیں کھیتی کا نقصان ہوا۔ حضرت داؤد نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے۔ جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا تھا، یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دیدی جائیں۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میرے نزدیک کھیتی والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور دودھ پئے اور بکریوں والے کھیت کی آبپاشی اور تردد کریں جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہو جائے تو بکریاں لوٹا دیں اور کھیتی لے لیں اس میں دونوں کا نقصان نہ ہو گا۔ حضرت داؤد نے بھی یہ فیصلہ سن کر تحسین فرمائی اور اپنے اجتہاد سے رجوع کیا۔ گویا اصول فقہ کی اصطلاح میں سلیمان علیہ السلام کے استحسان کو اپنے قیاس کے مقابلہ میں قبول فرما لیا۔ باپ بیٹے دونوں نے جو فیصلہ شرکاء مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا اور دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عنایت کی تھی۔ لیکن اصل گر کی بات اس نے سلیمانؑ کو سمجھا دی وہ اس نتیجہ پر پہنچے جو اللہ کے نزدیک اصلح و اصوب تھا، اور جسے آخر کار داؤدؑ نے بھی قبول کیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بادشاہ ہو کر بھی مخلوق کے چھوٹے چھوٹے معاملات کی طرف اسی قدر توجہ فرماتے ہیں جیسے بڑے مہم کاموں کی طرف۔

ف۹ حضرت داؤد علیہ السلام بے انتہا خوش آواز تھے اس پر پیغمبرانہ تاثیر، حالت یہ ہوتی تھی کہ جب جوش میں آکر زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تحمید کرتے تو پہاڑ اور پرند جانور بھی ان کے ساتھ آواز سے تسبیح پڑھنے لگتے تھے۔

ف۱۰ یعنی تعجب نہ کرو کہ پتھر اور جانور کیسے بولتے اور تسبیح پڑھتے ہوں گے۔ یہ سب کچھ ہمارا کیا ہوا تھا، بھلا ہماری لامحدود قدرت کے لحاظ سے یہ باتیں کیا مستبعد سمجھی جا سکتی ہیں۔

ف۱۱ حق تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا تھا۔ اسے موڑ کر نہایت ہلکی، مضبوط، جدید قسم کی زرہیں تیار کرتے تھے جو لڑائی میں کام دیں۔

ف۱۲ یعنی تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے داؤد کے ذریعہ سے ایسی عجیب صنعت نکال دی، سو چو کہ تم اس قسم کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو۔

ف۱ حضرت سلیمان نے دعا کی تھی رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (صٓ رکوع ۳) اللہ تعالیٰ نے ہوا اور جن اُن کے لئے مسخر کر دیئے حضرت سلیمان نے ایک تخت تیار کرایا تھا جس پر مع اعیان دولت بیٹھ جاتے اور ضروری سامان بھی بار کر لیا جاتا، پھر ہوا آتی، زور سے اسکو زمین سے اٹھاتی، پھر اوپر جا کر نرم ہوا اُنکی ضرورت کے مناسب چلتی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ" (صٓ رکوع ۳) یمن سے شام کو اور شام سے یمن کو مہینہ کی راہ دو پہر میں پہنچا دیتی۔ تعجب ہے کہ آج عجیب و غریب ہوائی جہازوں کے زمانہ میں بھی بہت سے زائغین اس قسم کے واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یورپ جو کام اسٹیم اور الیکٹرک سے کر سکتا ہے خدا تعالیٰ ایک پیغمبر کی خاطر اپنی قدرت سے نہیں کر سکتا۔ ف۲ کہ کس کو کس قسم کا امتیاز دینا مناسب ہے اور ہوا وغیرہ عناصر سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے۔ ف۳ شیاطین سے مراد سرکش جن ہیں، ان سے حضرت سلیمان دریا میں غوطہ لگواتے تا موتی اور جواہر اسکی تہ میں سے نکالیں اور عمارات میں بھاری کام کرواتے اور حوض کی برابر تانبے کے لگن اور بڑی عظیم الشان دیگیں جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں بنوا کر اٹھواتے تھے اور سخت سخت کام ان سے لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کے حیرت انگیز کام اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مادی قوتوں سے کرائے ہیں اس وقت مخفی اور روحی قوتوں سے کرائے جاتے تھے۔ ف۴ یعنی ہم نے اپنے اقتدار کامل سے ان شیاطین کو سلیمان کی قید میں اس طرح تھام رکھا تھا کہ جو چاہتے ان سے بیگار لیتے تھے۔ اور وہ کوئی ضرر سلیمان کو نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ورنہ آدمی کی کیا بساط ہے کہ ایسی مخلوق کو اپنے قبضہ میں کر لے اور زنجیروں میں جکڑ کر رکھ چھوڑے "وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ" (صٓ رکوع ۳)

الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ
ہوا زور سے چلنے والی کہ چلتی اُسکے حکم سے اس زمین کی طرف جہاں برکت دی ہے ہمنے ف۱

وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝۸۱ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ
اور ہم کو سب چیز کی خبر ہے ف۲ اور تابع کئے کتنے شیطان جو غوطہ لگاتے اُسکے واسطے

وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝۸۲ وَاَيُّوْبَ
اور بہت سے کام بناتے اس کے سوائے ف۳ اور ہم نے اُن کو تھام رکھا تھا ف۴ اور ایوب کو

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳
جس وقت پکارا اُس نے اپنے رب کو کہ مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم والوں سے رحم والا

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ
پھر ہمنے سُن لی اُسکی فریاد سو دُور کر دی جو اُس پر تھی تکلیف اور عطا کئے اُسکو اُسکے گھر والے اور

مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝۸۴ وَ
اُتنے ہی اور اُن کے ساتھ ف۵ رحمت اپنی طرف سے اور نصیحت بندگی کرنے والوں کو ف۶ اور

اِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۸۵ وَ
اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یہ سب ہیں صبر والے ف۷ اور

اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۶ وَذَا النُّوْنِ
لے لیا ہم نے اُن کو اپنی رحمت میں وہ ہیں نیک بختوں میں اور مچھلی والے کو

اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي
جب چلا گیا غصّہ ہو کر ف۸ پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اُس کو ف۹ پھر پکارا اُن

الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ
اندھیروں میں ف۱۰ کہ کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گنہگاروں

الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۷ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي
سے ف۱۱ پھر سُن لی ہمنے اُس کی فریاد، اور بچا دیا اُس کو اُس گھٹنے سے، اور یونہی ہم بچا دیتے ہیں

ف۵ حضرت ایوبؑ کو حق تعالیٰ نے دنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا، کھیت، مواشی، لونڈی، غلام، اولاد صالح اور عورت مرضی کے موافق عطا کی تھی۔ حضرت ایوب بڑے شکر گذار بندے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو آزمائش میں ڈالا، کھیت جل گئے، مواشی مر گئے، اور اولاد دب مری، دوست آشنا الگ ہو گئے، بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے، ایک بیوی رفیق رہی، آخر میں وہ بیچاری بھی اکتانے لگی۔ مگر حضرت ایوبؑ جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے۔ جب تکلیف واذیت اور دشمنوں کی شماتت حد سے گذر گئی۔ بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقینًا ایوبؑ نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے۔ جس کی سزا ایسی سخت ہو سکتی تھی تب دعا کی "رَبِّ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ" رب کو پکارنا تھا کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا اللہ تعالیٰ نے مری ہوئی اولاد سے دگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکالا۔ اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے۔ بدن کا سارا روگ جاتا رہا۔ اور جیسا کہ حدیث میں ہے سونے کی ٹڈیاں برسائیں، غرض سب طرح درست کر دیا۔

ف۶ یعنی ایوبؑ پر یہ مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہو گئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں برا وقت آئے تو ایوبؑ کی طرح صبر و استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہئے۔ حق تعالیٰ اس پر نظر عنایت فرمائے گا۔ اور محض ایسے ابتلاء کو دیکھ کر کسی شخص کی نسبت یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔

ف۷ یعنی ان سب نیک بندوں کو یاد کرو۔ اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ کا ذکر پہلے سورۂ "مریم" میں گذر چکا۔ ذوالکفل کی نسبت اختلاف ہے کہ نبی تھے جیسا کہ انبیاء کے ذیل میں تذکرہ فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے یا محض ایک مرد صالح تھے۔ کہتے ہیں ایک شخص کے ضامن ہو کر کئی برس قید رہے اور بشدید محنت اٹھائی۔ (تنبیہ) مسند امام احمد اور جامع ترمذی میں ایک شخص کا قصہ آتا ہے جو پہلے سخت بدکار اور فاسق و فاجر تھا، بعدہٗ تائب ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسکی مغفرت کی بشارت اسی دنیا میں لوگوں کو سنا دی، اس کا نام حدیث میں "کفل" آیا ہے۔ بظاہر یہ وہ "ذوالکفل" نہیں جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا۔ واللہ اعلم۔ ہمارے زمانہ کے بعض مصنفین کا خیال ہے کہ "ذوالکفل" وہ ہی ہیں جن کو "حزقیل" کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

ف۸ "مچھلی والا" فرمایا حضرت یونس علیہ السلام کو۔ ان کا مختصر قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شہر نینوی کی طرف (جو موصل کے مضافات میں سے ہے) مبعوث فرمایا تھا۔ یونس علیہ السلام نے انکو بت پرستی سے روکا اور حق کی طرف بلایا۔ وہ ماننے والے کہاں تھے ہر روز ان کا عناد و تمرد ترقی کرتا رہا۔ آخر بد دعا کی اور قوم کی حرکات سے خفا ہو کر غصہ میں بھرے ہوئے شہر سے نکل گئے حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا۔ انکے نکل جانے کے بعد قوم کو یقین ہوا کہ نبی کی بد دعا خالی نہیں جائیگی، کچھ آثار بھی عذاب کے دیکھے ہونگے۔ گھبرا کر سب لوگ بچوں اور جانوروں سمیت باہر جنگل میں چلے گئے اور ماؤں کو بچوں سے جدا کر دیا۔ میدان میں پہنچ کر سب نے رونا چلانا شروع کیا، بچے اور مائیں، آدمی اور جانور سب شور مچا رہے تھے، کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی، تمام بستی والوں نے سچے دل سے توبہ کی، بت توڑ ڈالے۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت کا عہد باندھا اور حضرت یونسؑ کو تلاش کرنے لگے کہ ملیں تو ان کے ارشاد پر کاربند ہوں۔ حق تعالیٰ نے آنے والا عذاب ان پر سے اٹھا لیا۔ "فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ" (یونس۔ رکوع ۱۰) اُدھر یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر ایک جماعت کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے، وہ کشتی غرق ہونے لگی، کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے (یا اپنے مفروضات کے موافق یہ سمجھے کہ کشتی میں کوئی غلام مولا سے بھاگا ہوا ہے) بہرحال اس آدمی کی تعیین کیلئے قرعہ ڈالا۔ وہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ دو تین مرتبہ قرعہ اندازی کی ہر دفعہ یونسؑ کے نام پر نکلتا رہا۔ یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام دریا میں کود پڑے۔ فورًا ایک مچھلی آ کر نگل گئی

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَ

ایمان والوں کو ف۱ اور زکریا کو جب پکارا اُس نے اپنے رب کو، اے رب نہ چھوڑ مجھ کو اکیلا ف۲ اور

أَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا

تو ہے سب سے بہتر وارث ف۳ پھر ہم نے سُن لی اُس کی دُعا، اور بخشا اُس کو یحییٰ اور اچھا کر دیا

لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا

اُس کی عورت کو ف۴ وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہمکو توقع سے

وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز ف۵ اور وہ عورت جس نے قابو میں رکھی اپنی شہوت ف۶ پھر پھونک دی

فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۹۱﴾ إِنَّ هَٰذِهِ

ہم نے اُس عورت میں اپنی روح ف۷ اور کیا اُسکو اور اُسکے بیٹے کو نشانی جہان والوں کے واسطے ف۸ یہ لوگ ہیں تمہارے

أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوا

دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں رب تمہارا سو میری بندگی کرو ف۹ اور ٹکڑے ٹکڑے

أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ

بانٹ لیا لوگوں نے آپسمیں اپنا کام ف۱۰ سب ہمارے پاس پھر آئینگے ف۱۱ سو جو کوئی کرے کچھ نیک کام

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿۹۴﴾

اور وہ رکھتا ہو ایمان سو اکارت نہ کرینگے اُس کی سعی کو اور ہم اُس کو لکھ لیتے ہیں ف۱۲

وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۹۵﴾ حَتَّىٰ

اور مقرر ہو چکا ہر بستی پر جس کو غارت کر دیا ہمنے کہ وہ پھر کر نہیں آئیں گے ف۱۳ یہاں تک

إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ

کہ جب کھول دیے جائیں یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر اونچان سے پھسلتے

يَنْسِلُونَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ

چلے آئیں ف۱۴ اور نزدیک آلگے سچا وعدہ پھر اُس دم اوپر لگی رہ جائیں منکروں کی

بقیہ فوائد صفحہ ۴۳۸۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو اپنے پیٹ میں رکھ، اسکا ایک بال بیکا نہ ہو۔ یہ تیری روزی نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے اس کا قید خانہ بنایا ہے۔ اس کو اپنے اندر حفاظت سے رکھنا۔ اس وقت یونسؑ نے اللہ کو پکارا "لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ" اپنی خطا کا اعتراف کیا کہ بیشک میں نے جلدی کی کہ تیرے حکم کا انتظار کئے بدون بستی والوں کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ گو یونس علیہ السلام کی یہ غلطی اجتہادی تھی جو امت کے حق میں معاف ہے، مگر انبیاء کی تربیت و تہذیب دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ جس معاملہ میں وحی آنے کی امید ہو، بدون انتظار کئے قوم کو چھوڑ کر چلا جانا ایک نبی کی شان کے لائق نہ تھا۔ اسی نامناسب بات پر داروگیر شروع ہو گئی۔ آخر توبہ کے بعد نجات ملی مچھلی نے کنارہ پر آکر اگل دیا۔ اور اسی بستی کی طرف صحیح سالم واپس کئے گئے۔ **ف۹** یعنی یہ خیال کر لیا کہ ہم اس حرکت پر کوئی داروگیر نہ کرینگے، یا ایسی طرح نکل کر بھاگا جیسے کوئی یوں سمجھ کر جائے کہ اب ہم اسکو پکڑ کر واپس نہیں لاسکیں گے۔ گویا بستی سے نکل کر ہماری قدرت سے ہی نکل گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ یونس علیہ السلام فی الواقع ایسا سمجھتے تھے۔ ایسا خیال تو ایک ادنیٰ مومن بھی نہیں کرسکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں منتزع ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ کاملین کی ادنیٰ ترین لغزش کو بہت سخت پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے کئی جگہ لکھ چکے ہیں اور اس سے کاملین کی تنقیص نہیں ہوتی۔ بلکہ جلالت شان ظاہر ہوتی ہے کہ اتنے بڑے ہو کر ایسی چھوٹی سی فروگذاشت بھی کیوں کرتے ہیں۔

ف۱۰ یعنی دریا کی گہرائی، مچھلی کے پیٹ اور شب تاریک کے اندھیروں میں

ف۱۱ یعنی میری خطا کو معاف فرمایئے بیشک مجھ سے غلطی ہوئی۔

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی یونسؑ کے ساتھ مخصوص نہیں، جو ایماندار لوگ ہم کو اسی طرح پکاریں گے ہم انکو بلاؤں سے نجات دینگے۔ احادیث میں اس دعا کی بہت فضیلت آئی ہے۔ اور امت نے شدائد و نوائب میں ہمیشہ اسکو مجرب پایا ہے۔

ف۲ یعنی اولاد دے جو میرے بعد قوم کی خدمت کر سکے اور میری تعلیم کو پھیلائے جیسا کہ سورۂ "مریم" کے فوائد میں لکھا جا چکا ہے۔

ف۳ وارث طلب کر رہے تھے "يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ" (مریم رکوع ۱) اسی کے مناسب نام سے اللہ کو یاد کیا۔

ف۴ یعنی بانجھ عورت کو ولادت کے قابل کر دیا۔

ف۵ بعض متصوفین کہا کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کو پکارے توقع سے یا ڈر سے وہ اصلی محب نہیں۔ یہاں سے انکی غلطی ظاہر ہوئی۔ انبیاء سے بڑھ کر خدا کا محب کون ہو سکتا ہے

ف۶ یعنی حلال و حرام دونوں طریقوں سے محفوظ تھی۔

ف۷ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو جو "روح اللہ" کے لقب سے ملقب ہیں اس کے پیٹ میں پرورش کیا۔

ف۸ انکا "نشانی" ہونا سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں بیان ہو چکا ہے۔

ف۹ یعنی خدا بھی ایک اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں جو ایک کی تعلیم ہے وہ ہی دوسروں کی ہے۔ رہا فروع کا اختلاف، وہ زمان و مکان کے اختلاف کی وجہ سے عین مصلحت و حکمت ہے۔ اختلاف مذموم وہ ہے جو اصول میں ہو۔ پس لازم ہے کہ سب مل کر خدا کی بندگی کریں اور جن اصول میں تمام انبیاء متفق رہے ہیں ان کو متحدہ طاقت سے پکڑیں۔

ف۱۰ ہم نے تو اصول کے اعتبار سے ایک دین دیا تھا۔ لوگوں نے خود اختلاف ڈالکر اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور آپس میں پھوٹ ڈال دی۔

ف۱۱ یعنی ہمارے پاس آکر تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائیگا جب ہر ایک کو اس کے کئے کی جزاء ملے گی۔ آگے اس جزاء کی تفصیل ہے۔

ف۱۲ یعنی کسی کی محنت اکارت نہ جائے گی۔ نیکی کا میٹھا پھل مومن کو مل کر رہے گا۔ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی ضائع نہ ہوگی ہر چھوٹا بڑا عمل ہم اسکے اعمال نامہ میں ثبت کر دیتے ہیں جو قیامت کے دن کھول دیئے جائیں گے۔ **ف۱۳** پہلے نجات پانے والے مومنین کا ذکر تھا اسکے بالمقابل اس آیت میں ہلاک ہونے والے کافروں کا مذکور ہے یعنی جن کے لئے ہلاک اور غارت ہونا مقدر ہو چکا وہ کبھی اپنے کفر و عصیان کو چھوڑ کر اور توبہ کر کے خدا کیطرف رجوع ہونے والے نہیں۔ نہ وہ کبھی دنیا میں اس غرض سے واپس کئے جا سکتے ہیں کہ دوبارہ یہاں آکر گذشتہ زندگی کی تقصیرات کی تلافی کر لیں۔ پھر ان کو نجات و فلاح کی توقع کدھر سے ہو سکتی ہے ان کے لئے تو صرف ایک ہی وقت ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کرینگے اور اپنی زیادتیوں کے معترف ہو کر پشیمان ہونگے۔ مگر اسوقت پشیمانی کچھ کام نہ آئیگی وہ وقت قیامت کا ہے جسکے مبادی قریبہ میں سے ہے خروج "یاجوج ماجوج" آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔ **ف۱۴** یعنی قیامت کے قریب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سد ذوالقرنین توڑ کر یاجوج ماجوج کا لشکر ٹوٹ پڑے گا۔ یہ لوگ اپنی کثرت و ازدحام کی وجہ سے تمام بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھو ان ہی کا ہجوم نظر آئے گا۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتار سے آئیگا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ یہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک ٹیلہ اور پہاڑ سے ان کی فوجیں پھسلتی اور لڑھکتی چلی آرہی ہیں۔ سورۂ "کہف" کے آخر میں اس قوم کے متعلق ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں اس کا ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا جائے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْاؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا
آنکھیں ہائے کمبختی ہماری ہم بے خبر رہے اس سے ف۱ نہیں، پر ہم تھے

ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَؕ
گنہگار ف۲ تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے ایندھن ہی دوزخ کا

اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَاؕ
تم کو اس پر پہنچنا ہے ف۳ اگر ہوتے یہ بت معبود تو نہ پہنچتے اس پر

وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا
اور سارے اس میں سدا پڑے رہینگے ف۴ ان کو وہاں چلانا ہے اور وہ اس میں

لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓىۙ اُولٰٓئِكَ
کچھ نہ سنیں گے ف۵ جن کے لئے پہلے سے ٹھہر چکی ہماری طرف سے نیکی وہ

عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَاۚ وَهُمْ فِيْ مَا
اس سے دور رہیں گے ف۶ نہیں سنیں گے اس کی آہٹ اور وہ اپنے جی کے

اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ
مزوں میں سدا رہیں گے ف۷ نہ غم ہوگا ان کو اس بڑی گھبراہٹ میں ف۸

وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
اور لینے آئینگے ان کو فرشتے آج دن تمہارا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ف۹

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ
جس دن ہم لپیٹ لیویں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ ف۱۰ جیسا سرے سے بنایا تھا ہم نے

خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗؕ وَعْدًا عَلَيْنَاؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ
پہلی بار، پھر اسکو دوہرائینگے، وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر، ہم کو پورا کرنا ہے ف۱۱ اور ہم نے

كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا
لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے

ف۱ یعنی جزاء سزا کا وعدہ جب نزدیک آلگے گا اس وقت منکروں کی آنکھیں مارے شدت ہول کے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اپنی غفلت پر دست حسرت ملیں گے کہ افسوس آج کے دن سے ہم کیسے بے خبر رہے جو ایسی کمبختی آئی۔ کاش ہم دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے۔ ف۲ یعنی بے خبری بھی کیسے کہیں، آخر انبیاء علیہم السلام نے تو کھول کھول کر آگاہ کر دیا تھا لیکن ہم نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ ان کا کہا نہ مانا اور برابر شرارتوں اور گناہوں پر اصرار کرتے رہے۔

ف۳ یہ خطاب مشرکین مکہ کو ہے جو بت پوجتے تھے، یعنی تم اور تمہارے یہ معبود سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" (بقرہ۔ رکوع ۳) اس کے معنی یہ نہیں کہ اصنام (بت) معذب ہونگے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ بت پرستوں پر حجت زیادہ لازم ہو۔ جیسا کہ آگے فرمایا۔ "لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا" اور انکی حسرت بڑھے اور رسوائی زیادہ واضح ہو کہ جن سے خیر کی توقع رکھتے تھے وہ آج خود اپنے کو نہ بچا سکے پھر ہماری حفاظت کیا کر سکتے ہیں۔ (تنبیہ) "وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" سے مراد یہاں صرف اصنام ہیں۔ کیونکہ خطاب ان ہی کے پرستاروں سے ہے۔ لیکن اگر "ما" کو عام رکھا جائے تو "بشرط عدم المانع" کی قید معتبر ہوگی یعنی جن فرضی معبودوں میں کوئی مانع دخول نار سے نہ ہو وہ اپنے عابدین کے ساتھ دوزخ کا ایندھن بنائے جائینگے مثلاً شیاطین و اصنام۔ باقی حضرت مسیح و عزیر اور ملائکۃ اللہ جنکو بہت لوگوں نے معبود ٹھہرا لیا ہے۔ ان حضرات کی مقبولیت و وجاہت مانع ہے کہ (معاذ اللہ) اس عموم میں شامل رکھے جائیں۔ اسی لئے آگے تصریحاً فرما دیا "اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ"۔

ف۴ یعنی سب عابد و معبود ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہیں گے۔

ف۵ یعنی شدت ہول اور عذاب کی سخت تکلیف اور اپنے چلانے کے شور سے کچھ سنائی نہ دے گا۔ اور ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ ایک وقت آئیگا جب ہر دوزخی کو ایک لوہے کے صندوق میں بند کر کے اوپر میخیں ٹھونک دی جائینگی۔ اور جہنم کی تہ میں چھوڑ دیے جائیں گے۔ شاید کچھ نہ سن سکنا اس وقت کا حال ہو۔

ف۶ یعنی ایک بار پل صراط پر سے گذر کر پھر ہمیشہ دور رہیں گے اور اس پر سے گذرتے ہوئے بھی دوزخ کی تکلیف والم سے قطعاً دور ہی ہوں گے۔

ف۷ جنتیوں کو دوزخ سے اس قدر بُعد ہوگا کہ اسکی آہٹ تک محسوس نہ کرینگے اور نہایت عیش و آرام کے ساتھ ہمیشہ جنت کے مزے لوٹیں گے۔

ف۸ یعنی اس دن جب خلقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی اللہ تعالیٰ ان کو رنج و غم سے محفوظ رکھے گا۔

ف۹ یعنی قبروں سے اٹھنے یا جنت میں داخل ہونے کے وقت فرشتے ان کا استقبال کرینگے اور کہیں گے کہ جس دائمی مسرت و راحت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اسکے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔

ف۱۰ یعنی جب قیامت آئے گی آسمانوں کی صفیں لپیٹ دی جائینگی جس طرح دستاویز کا لکھا ہوا کاغذ لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے "وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ" بعض روایات میں جو نبی کریم صلعم کے ایک کاتب کا نام "سجل" بتلایا گیا ہے، اس کو حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے ضعیف بلکہ موضوع قرار دیا ہے کما صرح ابن کثیرؒ فلا یعتبر بتخریج ابی داود والنسائی فی سننہما۔ ف۱۱ یعنی جیسی سہولت سے دنیا کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دی جائیگی۔ یہ حتمی وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔

ف کامل وفادار بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انکو دنیا و آخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنائے گا چنانچہ فرمایا۔ "اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" (اعراف رکوع ۱۵) اور "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ" (مومن رکوع ٦) اور "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ" (نور رکوع ۷) یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اس نے اپنی کتب شرعیہ اور کتب قدریہ میں دی "لوح محفوظ" اور "ام الکتاب" میں یہ وعدہ درج کیا اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار اعلان کرایا۔ داؤد علیہ السلام کی کتاب "زبور" ۳۷-۲۹ میں ہے کہ "صادق زمین کے وارث ہونگے"۔ چنانچہ اس امت میں کے کامل وفادار اور صادق بندے مدت دراز تک زمین کے وارث رہے شرق و غرب میں انہوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی، عدل و انصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے دین حق کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا دیا۔ اور نبی کریم صلعم کی یہ پیشین گوئی ان کے ہاتھوں پر پوری ہوئی۔ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا" اور اسی قسم کی دوسری پیشینگوئی امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو کر رہے گی۔

عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ

میرے نیک بندے ف۱ — اس میں مطلب کو پہنچتے ہیں لوگ — بندگی والے ف۲ — اور تجھ کو

اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ

جو ہم نے بھیجا — سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر ف۳ — تو کہہ مجھ کو تو حکم یہی آیا ہے — کہ معبود تمہارا

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ

ایک معبود ہے — پھر کیا ہو تم — حکمبرداری کرنیوالے ف۴ — پھر اگر وہ منہ موڑیں تو تو کہدے میں نے خبر کر دی

عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

تم کو دونوں طرف برابر ف۵ — اور میں نہیں جانتا — نزدیک ہے — یا دور ہے — جو تم سے وعدہ ہوا ف۶

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ

وہ رب جانتا ہے — جو بات پکار کر کرو — اور جانتا ہے — جو تم چھپاتے ہو ف۷ — اور میں نہیں جانتا

لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ

شاید — تاخیر میں تم کو جانچنا ہے اور فائدہ دینا ہے ایک وقت تک ف۸ — رسول نے کہا اے رب فیصلہ کر انصاف کا ف۹

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور رب ہمارا رحمٰن ہے — اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بتلاتے ہو ف۱۰

ع ۷ — النصف

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حج — مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھتر آیتیں ہیں — اور دس رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿۱﴾

لوگو — ڈرو اپنے رب سے — بیشک بھونچال قیامت کا — ایک بڑی چیز ہے

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ

جس دن اسکو دیکھو گے بھول جائیگی — ہر دودھ پلانے والی — اپنے دودھ پلائے کو، اور ڈال دیگی ہر

۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ (واقف)

ف۲ یعنی اس قسم کی بشارات سنکر خدائے واحد کی بندگی کرنے والے اپنے مطلب کو پہنچتے ہیں، یا اس قرآن کریم میں جو ایسی عظیم بشارات و ہدایات پر مشتمل ہے بندگی کرنے والوں کے لئے کافی منفعت اور کامیابی ہے۔

ف۳ یعنی آپ تو سارے جہان کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کوئی بدبخت اس رحمت عامہ سے خود ہی منتفع نہ ہو تو یہ اس کا قصور ہے۔ آفتاب عالمتاب سے روشنی اور گرمی کا فیض ہر طرف پہنچتا ہے لیکن کوئی شخص اپنے اوپر تمام دروازے اور سوراخ بند کر لے تو یہ اسکی دیوانگی ہو گی۔ آفتاب کے عموم فیض میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں تو رحمۃ للعلمین کا حلقۂ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو محروم القسمت مستفید ہونا نہ چاہے اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر اپنے اپنے مذاق کے موافق فائدہ اٹھاتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ نے وعدہ فرما لیا ہے کہ پہلی امتوں کے برخلاف اس امت کے کافروں کو عام و مستاصل عذاب سے محفوظ رکھا جائیگا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حضورؐ کے عام اخلاق کے علاوہ جن کافروں پر آپ جہاد کرتے تھے وہ بھی مجموعۂ عالم کے لئے سراسر رحمت تھا کیونکہ اسکے ذریعہ سے اس رحمت کبریٰ کی حفاظت ہوتی تھی جس کے آپ حامل بن کر آئے تھے اور بہت سے اندھے جو آنکھیں بنوانے سے بھاگتے تھے اس سلسلہ میں ان کی آنکھوں میں بھی خواہ مخواہ ایمان کی روشنی پہنچ جاتی تھی ایک حدیث میں ہے۔ "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاُقَتِّلَنَّهُمْ وَلَاُصَلِّبَنَّهُمْ وَلَاَهْدِيَنَّهُمْ وَهُمْ كَارِهُوْنَ اِنِّيْ رَحْمَةٌ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ وَلَا يَتَوَفَّانِيْ حَتّٰى يُظْهِرَ اللّٰهُ دِيْنَهٗ" (ابن کثیر) ان الفاظ سے آپ کے "رحمۃ للعالمین" ہونے کا مطلب زیادہ وسعت کے ساتھ سمجھ میں آ سکتا ہے۔

ف۴ یہ رسالت کے ساتھ توحید کا بیان ہوا۔ یعنی جو رحمت عظمٰی لیکر آپ تشریف لائے ہیں اس کا لب لباب توحید کامل ہے اور یہ ایسا صاف و واضح مضمون ہے جس کے قبول کرنے میں آدمی کو کچھ پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔ پس کیا تم حکم ماننے اور حق کے سامنے گردن ڈال دینے کے لئے تیار ہو؟ اگر ہو تو فبہا و نعمت، ورنہ میں تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا۔ تم اپنا انجام سوچ لو۔

ف۵ یعنی اس قدر اتمام حجت کے بعد بھی نہ مانو، تو میں تم کو خبر کر چکا کہ اب میں تم سے بیزار اور تم مجھ سے علیحدہ، تمہارا عمل تمہارے ساتھ اور میرا عمل میرے ساتھ۔ ہر ایک کا جو نتیجہ ہوگا سامنے آ جائیگا حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "دونوں طرف برابر یعنی ابھی تم دونوں بات کر سکتے ہو (قبول کرو یا رد کرو) ایک طرف کا زور نہیں آیا"۔ **ف۶** یعنی تمہارے نہ ماننے پر جو عذاب کا وعدہ ہے وقوع تو اسکا ضرور بالضرور ہو کر رہے گا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جلد ہوگا یا بدیر۔ **ف۷** وہ ہی ہر ایک کھلی چھپی بات کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس بات کی کیا سزا ملنی چاہئے اور کب ملنی چاہئے۔ **ف۸** یعنی تاخیر عذاب میں ممکن ہے تم کو جانچنا ہو کہ اس مدت میں کچھ سمجھ لو اور شرارتوں سے باز آ جاؤ۔ یا محض ڈھیل دینا ہو کہ ایک مدت تک دنیا میں پھنس کر شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر لو۔ **ف۹** یعنی جیسے ہر معاملہ کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کرنا آپ کی شان ہے، اسی کے موافق میرے اور میری قوم کے درمیان جلدی فیصلہ فرما دیجئے۔ **ف۱۰** یعنی اسی سے ہم فیصلہ چاہتے ہیں اور کافروں کی خرافات کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اسی طرح کی دعا انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ" (اعراف رکوع ۱۱) کیونکہ اپنی حقانیت و صداقت اور حق تعالیٰ کے عدل و انصاف پر پورا وثوق و اعتماد ہوتا تھا۔ تم سورۃ الانبیاء، وللہ الحمد والمنۃ۔

ف قیامت کے عظیم الشان زلزلے (بھونچال) دو ہیں۔ ایک عین قیام قیامت کے وقت یا نفخۂ ثانیہ کے بعد دوسرا قیامت سے کچھ پیشتر جو علامات قیامت میں سے ہے اگر یہاں دوسرا مراد ہو تو آیت اپنے ظاہر معنی پر رہے گی اور پہلا مراد ہو تو دونوں احتمال ہیں، حقیقۃً زلزلہ آئے اور دودھ پلانے والی یا حاملہ عورتیں اپنی اسی ہیئت پر محشور ہوں۔ یا زلزلہ سے مراد وہاں کے اہوال و شدائد ہوں اور "یَوۡمَ تَرَوۡنَہَا تَذۡہَلُ کُلُّ مُرۡضِعَۃٍ" الخ کو تمثیل پر حمل کیا جائے یعنی اس قدر گھبراہٹ اور سختی ہوگی کہ اگر دودھ پلانے والی عورتیں موجود ہوں تو مارے گھبراہٹ اور شدت ہول کے

ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى
پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو دیکھے لوگوں پر نشہ اور اُن پر نشہ نہیں
وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ ٢ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى
پر آفت اللہ کی سخت ہے ف۱ اور بعضے لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات
اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ ٣ كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ
میں بیخبری سے ف۲ اور پیروی کرتا ہے ہر شیطان سرکش کی ف۳ جس کے حق میں لکھ دیا گیا ہے کہ
مَنۡ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ٤
جو کوئی اس کا رفیق ہو سو وہ اس کو بہکائے اور لیجائے عذاب میں دوزخ کے ف۴
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ
اے لوگو اگر تم کو دھوکا ہے جی اٹھنے میں تو ہم نے تم کو بنایا ف۵
مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ
مٹی سے پھر قطرہ سے ف۶ پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی
مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمۡ ؕ وَنُقِرُّ فِى الۡاَرۡحَامِ
نقشہ بنی ہوئی سی اور بدون نقشہ بنی ہوئی سی ف۷ واسطے کہ تم کو کھولکر سنا دیں ف۸ اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ میں
مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا
جو کچھ چاہیں ایک وقت معین تک ف۹ پھر تم کو نکالتے ہیں لڑکا پھر جب تک کہ پہنچو
اَشُدَّكُمۡ ۚ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرۡذَلِ
اپنی جوانی کے زور کو اور کوئی تم میں سے قبضہ کر لیا جاتا ہے اور کوئی تم میں سے پھر چلایا جاتا ہے نکمی
الۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا ؕ وَتَرَى الۡاَرۡضَ
عمر تک تاکہ سمجھنے کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے ف۱۰ اور تو دیکھتا ہے زمین
هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ وَاَنۡۢبَتَتۡ
خراب پڑی ہوئی، پھر جہاں ہم نے اُتارا اُس پر پانی تازی ہو گئی اور اُبھری اور اُگائیں

اپنے بچوں کو بھول جائیں اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں اس وقت لوگ اس قدر مدہوش ہونگے کہ دیکھنے والا شراب کے نشہ کا گمان کرے حالانکہ وہاں نشہ کا کیا کام۔ خدا کے عذاب کا تصور اور اہوال و شدائد کی سختی ہوش گم کردیگی۔ (تنبیہ) اگر یہ گھبراہٹ سب کو عام ہو تو "لَا یَحۡزُنُہُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ" میں نفی باعتبار اکثر احوال کے اور یہاں اثبات باعتبار ساعت قلیلہ کے لیا جائیگا۔ اور اگر آیت حاضرہ اکثر ناس کے حق میں ہو، سب کے حق میں نہ ہو تو سرے سے اشکال ہی نہیں۔

ف۲ یعنی اللہ تعالیٰ جن باتوں کی خبر دیتا ہے ان میں یہ لوگ جھگڑتے اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور جہل و بے خبری سے عجیب احمقانہ شبہات پھیلاتے ہیں۔ چنانچہ قیامت، بعث بعد الموت اور جزاء و سزا وغیرہ پر ان کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب آدمی مر کر گل سڑ گیا اور ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو گئیں تو یہ کیسے سمجھ میں آئے کہ وہ پھر زندہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا۔

ف۳ یعنی جن یا آدمیوں میں کا جو شیطان اس کو اپنی طرف بلائے یہ فوراً اسی کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ گویا گمراہ ہونے کی ایسی کامل استعداد رکھتا ہے کہ کوئی شیطان کسی طرف پکارے یہ اس پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

ف۴ یعنی شیطان مَرید کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ جو اس کی رفاقت اور پیروی کرے وہ اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈوبتا ہے اور گمراہ کر کے دوزخ سے ورے نہیں چھوڑتا۔

ف۵ یعنی اگر یہ دھوکا لگ رہا ہے کہ ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے تو خود اپنی پیدائش میں غور کرو کس طرح ہوئی ہے۔

ف۶ یعنی اول تمہارے باپ آدم کو مٹی سے، پھر تم کو قطرۂ منی سے بنایا، یا یہ مطلب ہے کہ مٹی سے غذا نکالی جس سے کئی منزلیں طے ہو کر نطفہ بنا، پھر نطفہ سے کئی درجے طے کر کے تمہاری تشکیل و تخلیق ہوئی۔

ف۷ یعنی نطفہ سے جما ہوا خون اور خون سے گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے جس پر ایک وقت آتا ہے کہ آدمی کا پورا نقشہ (ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ) بنا دیا جاتا ہے۔ اور ایک وقت ہوتا ہے کہ ابھی تک نہیں بنایا گیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ بعض کی پیدائش مکمل کر دی جاتی ہے اور بعض یونہی ناقص صورت میں گر جاتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ بعض بے عیب ہوتا ہے، بعض عیب دار۔

ف۸ کہ خود تمہاری اصل کیا تھی اور کتنے روز گذرنے کے بعد آدمی بنے ہو۔ اسی کو سمجھ کر بہت سے حقائق کا انکشاف ہو سکتا ہے۔ اور بعث بعد الموت کا امکان بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔

ف۹ یعنی جتنی مدت جس کو رحم مادر میں ٹھہرانا مناسب ہوتا ہے ٹھہراتے ہیں۔ کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس یا چار برس علی اختلاف الاقوال۔

ف۱۰ یعنی جس طرح اندر رہ کر بہت سے مدارج طے کئے ہیں، باہر آکر بھی تدریجاً بہت منازل میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ ایک بچپن کا زمانہ ہے جب آدمی بالکل کمزور و ناتوان ہوتا ہے اور اس کی تمام قوتیں چھپی رہتی ہیں پھر ایک وقت آتا ہے کہ کامن (پوشیدہ) قوتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جسمانی حیثیت سے ہر چیز کمال شباب کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر بعض تو جوانی ہی میں مر جاتے ہیں اور بعض اس عمر کو پہنچتے ہیں جہاں پہنچکر آدمی کے اعضاء و قویٰ جواب دے دیتے ہیں وہ سمجھدار بننے کے بعد ناسمجھ اور کارآمد ہونے کے بعد نکما ہو جاتا ہے۔ یاد کی ہوئی چیزیں بھول جاتا ہے اور جانی ہوئی چیزوں کو کچھ نہیں جانتا گویا بوڑھا ہو کر پھر بچہ بن جاتا ہے۔

مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ

ہر قسم قسم رونق کی چیزیں ف۱ یہ سب کچھ اس واسطے کہ اللہ وہی ہے محقق اور وہ جلاتا ہے

الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ

مُردوں کو اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے اور یہ کہ قیامت آنی ہے

لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۷ وَمِنَ

اُس میں دھوکا نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا قبروں میں پڑے ہوؤں کو ف۲ اور بعضا

النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ

شخص وہ ہے جو جھگڑتا ہے اللہ کی بات میں بغیر جانے اور بغیر دلیل اور بدون

مُّنِيْرٍ ۝۸ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا

روشن کتاب کے ف۳ اپنی کروٹ موڑ کر ف۴ تاکہ بہکائے اللہ کی راہ سے اُسکے لئے دنیا میں

خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا

رسوائی ہے اور چکھائینگے ہم اُسکو قیامت کے دن جلن کی مار ف۵ یہ اُسکی وجہ سے جو

قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۱۰ وَمِنَ

آگے بھیج چکے تیرے دو ہاتھ اور اس وجہ سے کہ اللہ نہیں ظلم کرتا بندوں پر ف۶ اور بعضا شخص

النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ

وہ ہے کہ بندگی کرتا ہے اللہ کی کنارے پر پھر اگر پہنچی اُس کو بھلائی تو قائم ہو گیا

بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ڗ خَسِرَ الدُّنْيَا

اُس عبادت پر، اور اگر پہنچ گئی اُس کو جانچ پھر گیا اُلٹا اپنے منہ پر گنوائی دُنیا

وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝۱۱ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور آخرت یہی ہے ٹوٹا صریح ف۷ پکارتا ہے اللہ کے سوائے

مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۲

ایسی چیز کو کہ نہ اُس کا نقصان کرے اور نہ اُس کا فائدہ کرے، یہی ہے دُور جا پڑنا گمراہ ہو کر ف۸

ف۱ یعنی زمین مردہ پڑی تھی، رحمت کا پانی پڑتے ہی جی اٹھی اور تروتازہ ہو کر لہلہانے لگی قسم قسم کے خوش منظر فرحت بخش اور نشاط افزا پودے قدرت نے اگا دیئے۔ ف۲ انسان کی پیدائش اور کھیتی کی مثالوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ یقیناً اور بالتحقیق اللہ موجود ہے ورنہ ایسی منظم متقن اور حکیمانہ صنعتیں کہاں سے ظاہر ہوئیں۔ (۲) یہ کہ خدا تعالیٰ مردہ اور بے جان چیزوں کو زندہ اور جاندار بنا دیتا ہے۔ چنانچہ مشتِ خاک یا قطرۂ آب سے انسان بنا دینا اور افتادہ زمین میں روح نباتی پھونک دینا اس پر شاہد ہے، پھر دوبارہ پیدا کر دینا اسکو کیا مشکل ہے (۳) یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر ہر چیز اسکی قدرت کے نیچے نہ ہوتی تو ہرگز یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ (۴) یہ کہ قیامت ضرور آنی چاہئے اور اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ضرور ملنی چاہئے کیونکہ اتنے بڑے انتظامات یوں ہی لغو اور بے کار نہیں ہو سکتے۔ جس حکیم مطلق اور قادر علی الاطلاق نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے انسان کو ایسی عجیب و غریب صفت کے ساتھ پیدا کیا، کیا خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اس کی زندگی بیکار بنائی ہو گی؟ ہرگز نہیں یقیناً انسان کی یہ محدود زندگی جس میں سعادت و شقاوت نیکی بدی اور رنج و راحت باہم مخلوط رہتے ہیں اور امتحان و انتقام کی صورتیں ایک دوسرے سے مکمل اور نمایاں طور پر متمیز نہیں ہوتیں، اسکو مقتضی ہے کہ کوئی دوسری زندگی ہو جہاں سعید و شقی، مجرم و وفادار صاف طور پر الگ الگ ہوں اور ہر ایک اس مقام پر پہنچایا جائے جہاں پہنچنے کے لئے بنایا گیا ہے اور جس کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ مادی حیثیت سے منی کے جن اجزا میں نطفہ بننے کی استعداد تھی ان سے نطفہ بنا اسی طرح نطفہ کی پوشیدہ قوتیں علقہ میں، علقہ کی مضغہ میں، مضغہ کی طفل میں آئیں اور جوانی کے وقت ان کا پورا ظہور ہوا۔ یا زمین کی پوشیدہ قوتیں بارش کا چھینٹا پڑنے سے ظہور پذیر ہوئیں اسی طرح ضروری ہے کہ انسان میں سعادت و شقاوت کی جو روحانی قوتیں ودیعت کی گئیں یا نیکی اور بدی میں پھولنے پھلنے کی جو زبردست استعداد رکھی ہے وہ اپنے پورے شباب کو پہنچے اور کامل ترین اشکال و صورتیں ظاہر ہوں۔ اسی کا نام بعث بعد الموت ہے۔ جو دنیا کی زندگی کا موجودہ دورہ ختم کرنے کے بعد وقوع پذیر ہو گا۔

ف۳ یعنی ایسے واضح دلائل و شواہد سننے کے بعد بھی بعض کجرو اور ضدی لوگ اللہ کی باتوں میں یوں ہی بے سند جھگڑے کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی علم ضروری ہے نہ دلیل عقلی نہ دلیل سمعی، محض اوہام و ظنون کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

ف۴ یعنی اعراض و تکبر کے ساتھ۔

ف۵ یعنی جو شخص بدون حجت و دلیل محض عناد سے خدا کی باتوں میں جھگڑتا ہے اور غرض یہ ہو کہ دوسرے لوگوں کو ایمان و یقین کی راہ سے ہٹا دے اس کو دنیا میں خدا تعالیٰ ذلیل کرے گا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔

ف۶ یعنی جب سزا دینگے تو کہا جائیگا کہ خدا کی طرف سے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں۔ تیرے ہاتھوں کی کرتوت ہے۔ جس کا مزہ آج چکھ رہا ہے۔

ف۷ یعنی بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتا ہے اور اس کا دل مذبذب رہتا ہے اگر دین میں داخل ہو کر دنیا کی بھلائی دیکھے، بظاہر بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو چھوڑ دے، اُدھر دنیا گئی اِدھر دین گیا، کنارے پر کھڑا ہے یعنی دل ابھی اس طرف ہے نہ اس طرف، جیسا کوئی مکان کے کنارے کھڑا ہو جب چاہے نکل بھاگے۔ ف۸ یعنی خدا کی بندگی چھوڑی دنیا کی بھلائی نہ ملنے کی وجہ سے اب پکارتا ہے ان چیزوں کو جن کے اختیار میں نہ ذرہ برابر بھلائی ہے نہ برائی۔ کیا خدا نے جو چیز نہیں دی تھی وہ پتھروں سے حاصل کرے گا؟ اس سے بڑھ کر کھلی حماقت کیا ہو گی۔

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ
پکارتا ہے اسکو جس کا ضرر پہلے پہنچے نفع سے ف۱ بیشک برا دوست ہے اور برا

الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
رفیق ف۲ اللہ داخل کرے گا ان کو جو ایمان لائے اور کیں بھلائیاں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾
باغوں میں بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں ف۳ اللہ کرتا ہے جو چاہے ف۴

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
جس کو یہ خیال ہو کہ ہرگز نہ مدد کریگا اسکی اللہ دنیا میں اور آخرت میں

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ
تو تان لے ایک رسی آسمان کو پھر کاٹ ڈالے اب دیکھے کچھ جاتا رہا

كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ
اس کی اس تدبیر سے اس کا غصہ ف۵ اور یوں اتارا ہم نے یہ قرآن کھلی باتیں اور یہ ہے کہ اللہ

يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَ
سمجھا دیتا ہے جس کو چاہے ف۶ جو لوگ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور

الصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ
صابئین اور نصاریٰ اور مجوس ف۷ اور جو شرک کرتے ہیں مقرر اللہ

يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾
فیصلہ کریگا ان میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ف۸

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي
تونے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی

الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَ
زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور

ف۱ یعنی بتوں سے نفع کی تو امید موہوم ہے (بت پرستوں کے زعم کے موافق) لیکن ان کو پوجنے کا جو ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لئے فائدہ کا سوال تو بعد کو دیکھا جائیگا، نقصان ابھی ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا۔

ف۲ جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئینگے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے "لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ" یعنی جن سے بڑی امداد و رفاقت کی توقع تھی وہ بہت ہی بُرے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے الٹا ان کے سبب سے نقصان پہنچ گیا ؎

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
موم سمجھا تھا ترے دل کو سو پتھر نکلا

ف۳ منکرین مجادلین اور مذبذبین کے بعد یہاں مومنین مخلصین کا انجام نیک بیان فرمایا۔

ف۴ جس کو مناسب جانے سزا دے اور جس پر چاہے انعام فرمائے۔ اس کا کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔

ف۵ "لن ینصرہ" میں ضمیر مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جن کا تصور قرآن پڑھنے والے کے ذہن میں گویا ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی قرآن کے اولین مخاطب ہیں۔ گویا مومنین کا انجام ذکر کرنے کے بعد یہ انکے پیغمبر کے مستقبل کا بیان ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے رسول سے دنیوی اور اخروی فتح و نصرت کے جو وعدے کر چکا ہے وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے، خواہ کفار و حاسدین کتنا ہی غیظ کھائیں اور نصرت ربانی کے روکنے کی کیسی ہی تدبیریں کرلیں، لیکن حضور کی نصرت و کامیابی کسی طرح رک نہیں سکتی یقیناً آکر رہے گی۔ اگر ان کفار و حاسدین کو اس پر زیادہ غصہ ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کوشش سے خدا کی مشیت کو روک سکیں گے تو اپنی انتہائی کوشش صرف کر کے دیکھ لیں، حتیٰ کہ ایک رسی اوپر چھت میں لٹکا کر گلے میں ڈال لیں اور خود پھانسی لیکر غیظ سے مرجائیں؛ یا ہو سکتا ہو تو آسمان میں رسی تان کر اوپر چڑھیں اور وہاں سے آسمانی امداد کو منقطع کر آئیں، پھر دیکھیں کہ ان تدبیروں سے وہ چیز آنی بند ہو جاتی ہے۔ جس پر انہیں اس قدر غصہ اور پیچ و تاب ہے۔ اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کو "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ الخ" کے مضمون سے مربوط کر کے نہایت لطیف تقریر فرمائی ہے۔ ان کے نزدیک "مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهٗ" الخ میں ضمیر مفعول "مَن" کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تکلیف میں جو کوئی خدا سے ناامید ہو کر اسکی بندگی چھوڑ دے اور جھوٹی چیزیں پوجنے لگے وہ اپنے دل کے ٹھہرانے کو یہ قیاس کرلے جیسے ایک شخص اونچی لٹکتی رسی سے لٹک رہا ہے، اگرچہ چڑھ نہیں سکتا توقع تو ہے کہ رسی اوپر کھینچے تو چڑھ جائے۔ جب رسی توڑ دی تو کیا توقع رہی، کیا خدا کی رحمت سے ناامید ہو کر کامیابی حاصل کر سکے گا؛ گویا "رسی" کہا اللہ کی امید کو، اس کا کاٹ دینا ناامید ہو جانا اور آسمان سے مراد بلندی ہے۔ واللہ اعلم

ف۶ یعنی کیسی صاف صاف مثالیں اور کھلی باتیں ہیں۔ مگر سمجھتا وہی ہے جسے خدا سمجھ دے۔

ف۷ مجوس آگ پوجتے ہیں اور دو خالق مانتے ہیں ایک خیر کا خالق جس کا نام "یزدان" ہے، دوسرا شر کا جس کو "اہرمن" کہتے ہیں اور کسی نبی کا نام بھی لیتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ پیچھے بگڑے ہیں یا سرے سے غلط ہیں۔ شہرستانی نے "ملل و نحل" میں ان کے مذہب پر جو کلام کیا ہے اسے دیکھا جائے "صابئین" وغیرہ کا ذکر پہلے گذر چکا۔

ف۸ یعنی تمام مذاہب و فرق کے نزاعات کا عملی اور دو ٹوک فیصلہ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے قیامت کے دن ہوگا۔ سب جدا کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کس مقام یا کس سزا کا مستحق ہے۔

الدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ

جانور اور بہت آدمی ف۱ اور بہت ہیں کہ اُن پر ٹھہر چکا عذاب ف۲

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۩ ⑱

اور جس کو اللہ ذلیل کرے اُسے کوئی نہیں عزت دینے والا اللہ کرتا ہے جو چاہے ف۳

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ

یہ دو مدعی ہیں جھگڑے ہیں اپنے رب پر ف۴ سو جو منکر ہوئے اُنکے واسطے

لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ⑲ يُصْهَرُ

بیونتے ہیں کپڑے آگ کے ف۵ ڈالتے ہیں اُن کے سر پر جلتا پانی، گل کر نکلجاتا ہے

بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ⑳ ۭ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ㉑

اُس سے جو کچھ اُن کے پیٹ میں ہے اور کھال بھی اور اُنکے واسطے ہتھوڑے ہیں لوہے کے ف۶

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا

جب چاہیں کہ نکل پڑیں دوزخ سے گھٹنے کے مارے پھر ڈالدیے جائیں اُسکے اندر اور چکھتے رہو

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ㉒ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جلنے کا عذاب ف۷ بیشک اللہ داخل کریگا اُن کو جو یقین لائے اور کیں

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا

بھلائیاں باغوں میں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں گہنا پہنائینگے اُن کو وہاں

مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ㉓

کنگن سونے کے اور موتی ف۸ اور اُن کی پوشاک ہے وہاں ریشم کی ف۹

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ښ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ㉔

اور راہ پائی انہوں نے ستھری بات کی ف۱۰ اور پائی اُس تعریفوں والے کی راہ ف۱۱

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ

جو لوگ منکر ہوئے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور مسجد

ف۱ ایک سجدہ ہے جس میں آسمان وزمین کی ہر ایک مخلوق شامل ہے وہ یہ کہ اللہ کی قدرت کے آگے تکوینًا سب مطیع ومنقاد اور عاجز و بے بس ہیں خواہی نخواہی سب کو اس کے سامنے گردن ڈالنا اور سر جھکانا پڑتا ہے دوسرا سجدہ ہے ہر چیز کا جدا۔ وہ یہ کہ جس چیز کو جس کام کے لئے بنایا اس کام میں لگے، یہ بہت آدمی کرتے ہیں بہت نہیں کرتے۔ مگر آدمیوں کو چھوڑ کر اور ساری خلقت کرتی ہے۔ بنائً علیہ اَنَّ اللّٰہَ یَسۡجُدُ لَہٗ الخ میں ہر چیز کا اپنی شان کے لائق سجدہ مراد ہوگا یا "مَن فی الارض" کے بعد دوسرا "یسجد" مقدر نکالا جائیگا (تنبیہ) پہلی آیت سے ربط یہ ہوا کہ مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں حالانکہ دوسری تمام مخلوق خدا کی مطیع ومنقاد ہے۔ انسان جو ساری مخلوق سے زائد عاقل ہے، چاہئے تھا کہ اس کے کل افراد اوروں سے زیادہ متفق ہوتے۔ ف۲ یعنی سجدہ سے انکار واعراض کرنے کی بدولت عذاب کے مستحق ہوئے۔ ف۳ یعنی خدا تعالیٰ جس کو اس کی شامت اعمال سے ذلیل کرنا چاہے اسے ذلت کے گڑھے سے نکال کر عزت کے مقام پر کون پہنچا سکتا ہے؟ ف۴ یعنی پہلے "اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَالصّٰبِـِٕیۡنَ" الیٰ آخرہ میں جن فرقوں کا ذکر ہوا ان سب کو حق و باطل پر ہونے کی حیثیت سے دو فریق کہہ سکتے ہیں۔ ایک مؤمنین کا گروہ جو اپنے رب کی سب باتوں کو من وعن تسلیم کرتا اور اسکے احکام کے آگے سربسجود رہتا ہے۔ دوسرے کفار کا مجمع جس میں یہود، نصاریٰ، مجوس، مشرکین، صابئین وغیرہم سب شامل ہیں۔ جو ربانی ہدایات کو قبول نہیں کرتے اور اسکی اطاعت کے لئے سر نہیں جھکاتے، یہ دونوں فریق دعاوی میں، بحث ومناظرہ میں اور جہاد وقتال کے مواقع میں بھی ایک دوسرے کے مدمقابل رہتے ہیں۔ جیسا کہ بدر کے میدان مبارزہ میں حضرت علی، حضرت حمزہ اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم تین کافروں (عتبہ ابن ربیعہ، شیبہ ابن ربیعہ، اور ولید بن عتبہ) کے مقابلہ پر نکلے تھے، آگے دونوں فریق کا انجام تبلاتے ہیں۔

ف۵ یعنی جس طرح لباس آدمی کے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جہنم کی آگ اسی طرح ان کو محیط ہوگی۔ یا کسی ایسی چیز کے کپڑے پہنائے جائیں گے جو آگ کی گرمی سے بہت سخت اور بہت جلد تپنے والے ہوں۔

ف۶ دوزخیوں کے سر کو ہتوڑے سے کچل کر کھولتا ہوا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا جو دماغ کے راستہ سے پیٹ میں پہنچے گا جس سے سب انتڑی اوجھڑی کٹ کٹ کر نکل پڑے گی اور بدن کی بالائی سطح کو جب پانی مس کرے گا تو بدن کا چمڑا گل کر گر پڑے گا۔ پھر اصلی حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بار بار یہی عمل ہوتا رہے گا۔ "کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ" (نساء رکوع ۸) اللّٰہم اعذنا من غضبک وعذابک۔

ف۷ یعنی دوزخ میں گھُٹ گھُٹ کر چاہیں گے کہ کہیں کو نکل بھاگیں، آگ کے شعلے انکو اوپر کی طرف اٹھائیں گے پھر فرشتے آہنی گرز مار کر نیچے دھکیل دینگے اور کہا جائیگا کہ دائمی عذاب کا مزہ چکھتے رہو جس سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ۔

ف۸ یعنی بڑی آرائش اور زیب وزینت سے رہیں گے اور ہر ایک عنوان سے تجمل وتنعم کا اظہار ہوگا۔

ف۹ پہلے "قُطِّعَتۡ لَہُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ" میں دوزخیوں کا لباس مذکور ہوا تھا، اس کے بالمقابل یہاں جنتیوں کا پہناوا بیان فرماتے ہیں کہ انکی پوشاک ریشم کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں "یہ جو فرمایا کہ وہاں گہنا اور وہاں پوشاک۔ معلوم ہوا یہ دونوں (چیزیں مردوں کے لئے) یہاں نہیں۔ اور گہنوں میں سے کنگن اس واسطے کہ غلام کی خدمت پسند آتی ہے تو کڑے ہاتھ میں ڈالتے ہیں"۔ (تنبیہ) احادیث میں ہے کہ جو مرد یہاں ریشم کا لباس پہنے گا آخرۃ میں نہیں پہنے گا اگر وہ پہننے والا کافر ہے تب تو ظاہر ہے کہ وہ جنت میں داخل ہی نہ ہوگا کہ جنتیوں کا لباس پہنے۔ ہاں اگر مومن ہے تو شاید کچھ مدت تک اس لباس سے محروم رکھا جائے پھر ابد الآباد تک پہنتا رہے اور اس لامتناہی مدت کے مقابلہ میں یہ قلیل زمانہ غیر معتد بہ سمجھا جائے۔ ف۱۰ دنیا میں بھی کہ لا الٰہ الا اللہ کہا، قرآن پڑھا، خدا کی تسبیح وتحمید کی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا اور آخرت میں بھی کہ فرشتے ہر طرف سے سلام کرینگے اور جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ستھری باتیں کرتے ہونگے بک بک جھک جھک نہ ہوگی اور نعمائے جنت پر شکر خداوندی بجا لائینگے مثلاً کہیں گے "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ صَدَقَنَا وَعۡدَہٗ وَاَوۡرَثَنَا الۡجَنَّۃَ" سورۂ فاطر میں ہے "یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّلُؤۡلُؤًا وَلِبَاسُہُمۡ فِیۡہَا حَرِیۡرٌ ۔ وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَذۡہَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ" الآیہ۔ اس سے آیت حاضرہ کی تفسیر ہوتی ہے۔ نبہ علیہ فی الروح۔ ف۱۱ یعنی اللہ کی راہ پائی جس کا نام اسلام ہے یہ راہ خود بھی حمید ہے اور راہ والا بھی حمید ہے۔ یا راہ پائی اس جگہ کی جہاں پہنچ کر آدمی کو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔

ف۱ پہلے "هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا" الخ میں مؤمنین اور کفار کے اختصام (جھگڑے) کا ذکر تھا۔ اسی اختصام کی بعض صورتوں کو یہاں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایک وہ لوگ ہیں جو خود گمراہ ہونے کے ساتھ دوسروں سے مزاحم ہوتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص اللہ کے راستہ پر نہ چلے۔ حتّٰی کہ جو مسلمان اپنے پیغمبر کی معیت میں عمرہ ادا کرنے کیلئے مکہ معظمہ جارہے تھے ان کا راستہ روک دیا حالانکہ مسجد حرام (یا حرم شریف کا وہ حصہ جس سے لوگوں کی عبادات و مناسک کا تعلق ہے) سب کے لئے یکساں ہے۔ جہاں مقیم و مسافر اور شہری و پردیسی کو ٹھہرنے اور عبادت کرنے کے مساویانہ حقوق حاصل ہیں۔ ہاں وہاں سے نکالے جانے کے قابل اگر ہیں تو وہ لوگ جو شرک اور شرارتیں کرکے اس بقعۂ مبارکہ کی بے تعظیمی کرتے ہیں۔ (تنبیہ) بیوتِ مکہ کی ملکیت اور بیع و شراء وغیرہ کا مسئلہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی کافی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں کی گئی ہے۔ یہاں اُسکے بیان کا موقع نہیں۔ ف۲ یعنی جو شخص حرم شریف میں جان بوجھ کر بالارادہ بے دینی اور شرارت کی کوئی بات کریگا اسکو اس سے زیادہ سخت سزا دی جائیگی جو دوسری جگہ ایسا کام کرنے پر ملتی۔ اسی سے ان کا حال معلوم کرلو جو ظلم و شرارت سے مؤمنین کو یہاں آنے سے روکتے ہیں۔
ف۳ کہتے ہیں کعبہ شریف کی جگہ پہلے سے بزرگ تھی، پھر مدتوں کے بعد نشان نہ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو۔ اس معظم جگہ کا نشان دکھلایا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ساتھ لیکر خانۂ کعبہ تعمیر کیا۔ (تنبیہ) "مسجد حرام" کا ذکر پہلے آیا تھا اس کی مناسبت سے کعبہ کی بنا کا حال اور اسکے متعلق بعض احکام دور تک بیان کئے گئے ہیں۔

الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ
حرام سے جو ہم نے بنائی سب لوگوں کے واسطے برابر ہے اسمیں رہنے والا اور باہر سے آنیوالا ف۱
وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ ع ۳ / ۱۰
اور جو اُس میں چاہے ٹیڑھی راہ شرارت سے اُسے ہم چکھائینگے ایک عذاب دردناک ف۲
وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا
اور جب ٹھیک کردی ہم نے ابراہیم کو جگہ اُس گھر کی ف۳ کہ شریک نہ کرنا میرے ساتھ کسی کو ف۴
وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾
اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنیوالوں کے واسطے اور کھڑے رہنے والوں کے اور رکوع و سجدہ والوں کے ف۵
وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ
اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیروں چل کر اور سوار ہوکر دبلے دبلے اونٹوں پر
يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا
چلے آئیں راہوں دور سے ف۶ تاکہ پہنچیں اپنے فائدہ کی جگہوں پر ف۷ اور پڑھیں
اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ
اللہ کا نام کئی دن جو معلوم ہیں ذبح پر چوپایوں مواشی کے جو اللہ نے دیے ہیں
الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا
اُن کو ف۸ سو کھاؤ اُس میں سے اور کھلاؤ برے حال کے محتاج کو ف۹ پھر چاہئے کہ ختم کردیں
تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾
اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں اس قدیم گھر کا ف۱۰
ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ
یہ سن چکے اور جو کوئی بڑائی رکھے اللہ کی حرمتوں کی سو وہ بہتر ہے اسکے لئے اپنے رب کے پاس ف۱۱ اور
اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ
حلال ہیں تم کو چوپائے ف۱۲ مگر جو تم کو سناتے ہیں ف۱۳ سو بچتے رہو بتوں کی

ف۴ یعنی اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھو، کوئی شخص یہاں آکر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرکانہ رسوم نہ بجالائے۔ کفار مکہ نے اس پر ایسا عمل کیا کہ وہاں تین سو ساٹھ بت لاکر کھڑے کردئیے۔ العیاذ باللہ۔ جن کی گندگی سے ہمیشہ کے لئے خاتم الانبیاء صلعم نے خدا کے گھر کو پاک کیا۔ فلہ الحمد والمنہ۔
ف۵ یعنی خالص ان ہی لوگوں کے لئے رہے اور سب سے پاک کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "پہلی امتوں میں رکوع نہ تھا یہ خاص اسی امت محمدیہ کی نماز میں ہے۔ تو خبر دی کہ آگے لوگ ہونگے اسکے آباد کرنے والے" وفیہ نظر فتامل۔
ف۶ جب کعبہ تعمیر ہوگیا تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا کہ لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کو آؤ۔ حق تعالیٰ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح کو پہنچادی (بلا تشبیہ جیسے آج کل ہم امریکہ یا ہندوستان میں بیٹھ کر لندن کی آوازیں سن لیتے ہیں) جس کے لئے حج مقدر تھا اسکی روح نے لبیک کہا۔ وہ ہی شوق کی دبی ہوئی چنگاری ہے کہ ہزاروں آدمی پیادہ تکلیفیں اٹھاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور بہت سے اتنی دور سے سوار ہوکر آتے ہیں کہ چلتے چلتے اونٹنیاں تھک جاتی اور دبلی ہوجاتی ہیں، بلکہ عموماً حاجیوں کو عمدہ سانڈنیاں کہاں ملتی ہیں ان ہی سوکھے دبلے اونٹوں پر منزلیں قطع کرتے ہیں۔ یہ گویا اس دعا کی مقبولیت کا اثر ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی "فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ" (ابراہیم رکوع ۶)
ف۷ اصل مقصد تو دینی و اخروی فوائد کی تحصیل ہے مثلاً حج و عمرہ اور دوسری عبادات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور روحانی ترقیات کے بلند مقامات پر فائز ہونا۔ لیکن اس عظیم الشان اجتماع کے ضمن میں بہت سے سیاسی، تمدنی اور اقتصادی فوائد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ کما لا یخفیٰ۔
ف۸ "ایام معلومات" سے بعض کے نزدیک ذی الحجہ کا پہلا عشرہ اور بعض کے نزدیک تین دن قربانی کے مراد ہیں۔ بہرحال ان ایام میں ذکر اللہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسی ذکر کے تحت میں خصوصیت کے ساتھ یہ بھی داخل ہے کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا جائے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا جائے۔ ان دنوں میں بہترین عمل یہ ہی ہے اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔
ف۹ بعض کفار کا خیال تھا کہ قربانی کا گوشت خود قربانی کرنے والے کو نہ کھانا چاہئے! اس کی اصلاح فرمادی کہ شوق سے کھاؤ، دوستوں کو دو اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ۔ ف۱۰ جہاں سے لبیک شروع کرتے ہیں حجامت نہیں بنواتے، ناخن نہیں لیتے، بالوں میں تیل نہیں ڈالتے، بدن پر میل اور گرد و غبار چڑھ جاتا ہے زیادہ مل دل کر غسل نہیں کرتے۔ ایک عجیب عاشقانہ و مستانہ حالت ہوتی ہے۔ اب دسویں تاریخ کو سب قصے تمام کرتے ہیں، حجامت بنواکر غسل کرکے سلے ہوئے کپڑے پہن کر طواف زیارت کو جاتے ہیں، جس کو ذبح کرنا ہو پہلے ذبح کرلیتا ہے۔ اور اپنی منتیں پوری کرنے سے یہ مراد ہے کہ اپنی مرادوں کے واسطے جو منتیں مانی ہوں ادا کریں۔ اصل منت اللہ کی ہے اور کسی کی نہیں۔ بعض کے نزدیک "نذور" کے لفظ سے مناسکِ حج یا واجبات حج مراد ہیں۔ اور یہ ہی اقرب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (تنبیہ) "عتیق" کے معنی قدیم پرانے کے ہیں، اور بعض کے نزدیک "بیت عتیق" اس لئے کہا کہ اس گھر کو برباد کرنے کی غرض سے جو طاقت اُٹھے گی حق تعالیٰ اسکو کامیاب نہ ہونے دیگا۔ تاآنکہ خود اسکا اٹھا لینا منظور ہو۔ ف۱۱ یعنی حرام چیزوں کو بھاری سمجھ کر چھوڑ دینا یا اللہ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔ محترم چیزوں میں قربانی کا جانور، بیت اللہ، صفا مروہ، منیٰ، عرفات، مسجدیں، قرآن، بلکہ تمام احکام الٰہیہ آجاتے ہیں۔ خصوصیت سے یہاں مسجد حرام اور ہدی کے جانور کی تعظیم پر زور دینا ہے کہ خدائے واحد کے پرستاروں کو وہاں آنے سے نہ روکیں نہ قربانی کے آئے ہوئے جانوروں کو واپس جانے پر مجبور کریں بلکہ قیمتی اور موٹے تازے جانور قربان کریں۔ ف۱۲ یعنی ان کے ذبح کرنے کا حکم تعظیم حرمات اللہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ جس مالک نے ایک چیز کی حرمت بتلائی تھی اسی کی اجازت سے اور اسی کے نام پر وہ قربان کی جاتی ہے۔
ف۱۳ یعنی جن جانوروں کا حرام ہونا وقتاً فوقتاً تم کو سنایا جاتا رہا ہے جیسا کہ سورۂ "انعام" میں تفصیلاً گذر چکا وہ حلال نہیں۔

مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ
گندگی سے ف۱ اور بچتے رہو جھوٹی بات سے ف۲ ایک اللہ کی طرف کے ہو کر نہ کہ

مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ
اُس کے ساتھ شریک بنا کر ف۳ اور جس نے شریک بنایا اللہ کا، سو جیسے گر پڑا آسمان سے

فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾
پھر اُچکتے ہیں اُسکو اُڑنے والے مردار خوار، یا جا ڈالا اُس کو ہوا نے کسی دُور مکان میں ف۴

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾
یہ سن چکے اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا، سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے ف۵

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾
تمہارے واسطے چوپایوں میں فائدے ہیں ایک مقرر وعدہ تک پھر اُن کو پہنچنا اُس قدیم گھر تک ف۶

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ
اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کر دی ہے قربانی کہ یاد کریں اللہ کے نام ذبح پر چوپایوں کے

مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ
جو اُن کو (اللہ نے دیے) سو اللہ تمہارا ایک اللہ ہے سو اُسی کے حکم میں رہو ف۷ اور

بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ
بشارت سُنا دے عاجزی کرنے والوں کو ف۸ وہ کہ جب نام لیجئے اللہ کا ڈر جائیں اُن کے دل اور

الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا
سہنے والے اُس کو جو اُن پر پڑے ف۹ اور قائم رکھنے والے نماز کے اور ہمارا

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ
دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں ف۱۰ اور کعبہ کے چڑھانے کے اونٹ ٹھہرائے ہیں ہم نے تمہارے واسطے نشانی اللہ کے نام

لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ
کی، تمہارے واسطے اُنمیں بھلائی ہے سو پڑھو اُن پر نام اللہ کا قطار باندھ کر پھر جب گر پڑے

ف۱ یعنی جانور اللہ کی مخلوق و مملوک ہیں، اسکی اجازت سے اسی کے نام پر ذبح کئے جاسکتے ہیں اور اسی کے کعبہ کی نیاز ہو سکتے ہیں، جو جانور کسی بت یا دیوی دیوتا کے استھان پر ذبح کیا گیا وہ مردار ہوا۔ ایسی شرکیات اور گندے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔ ف۲ جھوٹی بات زبان سے نکالنا، جھوٹی شہادت دینا، اللہ کے پیدا کئے ہوئے جانور کو غیر اللہ کے نامزد کر کے ذبح کرنا، کسی چیز کو بلا دلیل شرعی حلال و حرام کہنا، سب "قول الزور" میں داخل ہے۔ "قول الزور" کی برائی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اسکو یہاں شرک کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہوا "وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" (اعراف رکوع ۴) احادیث میں بڑی تاکید و تشدید سے آپؐ نے اسکو منع فرمایا ہے ف۳ یعنی ہر طرف سے ہٹ کر ایک اللہ کے ہو کر رہو۔ تمہارے تمام افعال و نیات بالکلیہ بلا شرکت غیرے خالص خدا کے لئے ہونے چاہئیں ف۴ یہ شرک کی مثال بیان فرمائی، خلاصہ یہ ہے کہ توحید نہایت اعلیٰ اور بلند مقام ہے۔ اس کو چھوڑ کر جب آدمی کسی مخلوق کے سامنے جھکتا ہے تو خود اپنے کو ذلیل کرتا اور آسمان توحید کی بلندی سے پستی کی طرف گراتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قدر اونچے سے گر کر زندہ بچ نہیں سکتا۔ اب یا تو اہواء و افکار ردیہ کے مردار خوار جانور چاروں طرف سے اسکی بوٹیاں نوچ کر کھائیں گے یا شیطان لعین ایک تیز ہوا کے جھکڑ کی طرح اسکو اڑا لے جائیگا اور ایسے گہرے کھڈ میں پھینکے گا جہاں کوئی ہڈی پسلی نظر نہ آئے۔ یا یوں کہو کہ مثال میں دو قسم کے مشرکوں کا الگ الگ حال بیان ہوا ہے۔ جو مشرک اپنے شرک میں پوری طرح پکا نہیں مذبذب ہے کبھی ایک طرف جھک جاتا ہے کبھی دوسری طرف، وہ "فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ" کا، اور جو مشرک اپنے شرک میں پختہ، مضبوط اور اٹل ہو، وہ "تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ" کا مصداق ہے یا "تَخْطَفُهُ الطَّيْرُ" سے مراد لوگوں کے ہاتھوں مارا جانا اور "تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ" سے طبعی موت مرنا مراد ہو، اکثر مفسرین نے وجہ تشبیہ کے بیان میں اسی طرح کے احتمالات ذکر کئے ہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جس کی نیت ایک اللہ پر ہے وہ قائم ہے اور جہاں نیت بہت طرف گئی وہ سب اس کو (پریشان کر کے) راہ میں سے اچک لیں گی۔ یا سب سے منکر ہو کر دہری ہو جائیگا۔"

ف۵ یعنی شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں۔ جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمون اور خدائے واحد کا ڈر ہوگا وہ اس کے نام لگی چیزوں کا ادب ضرور کرے گا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ عین توحید کے آثار میں سے ہے کہ خدا کا عاشق ہر اس چیز کی قدر کرتا ہے جو بالخصوص اسکی طرف منسوب ہو جائے۔

ف۶ قدیم گھر بیت اللہ شریف ہے اور یہاں شاید توسعاً سارا حرم مراد ہو، یعنی اونٹ، گائے، بکری وغیرہ سے تم بہت فوائد حاصل کر سکتے ہو۔ مثلاً سواری کرو، دودھ پیو، نسل چلاؤ، اون وغیرہ کو کام میں لاؤ، مگر یہ اس وقت کہ ان کو ہدی نہ بنائیں "ہدی" بننے کے بعد اس قسم کا انتفاع (بدون شدید ترین ضرورت کے) نہیں کر سکتے۔ اب تو اس کا عظیم الشان اخروی فائدہ یہی ہے کہ کعبہ کے پاس لیجا کر خدا تعالیٰ کے نام پر قربان کر دو۔

ف۷ یعنی اللہ کی نیاز کے طور پر مواشی قربان کرنا ہر دین سماوی میں عبادت قرار دی گئی ہے۔ اگر یہ عبادت غیر اللہ کی نیاز کے طور پر کرو گے تو شرک ہو جائے گا جس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے۔ موحد کا کام یہ ہے کہ قربانی اکیلے اسی خدا کے لئے کرے جس کے نام پر قربان کرنے کا تمام شرائع میں حکم رہا ہے۔ اس کے حکم سے باہر نہ ہو۔

ف۸ یعنی ان لوگوں کو رضائے الٰہی کی بشارت سنا دیجئے جو صرف اسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں اسی پر ان کا دل جمتا ہے اور اسی کے جلال و جبروت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ف۹ یعنی مصائب و شدائد کو صبر و استقلال سے برداشت کریں، کوئی سختی اٹھا کر راہ حق سے قدم نہ ڈگمگائے۔ ف۱۰ بیت اللہ تک پہنچنے میں بہت مصائب و شدائد پیش آتے ہیں، سفر میں اکثر نمازوں کے فوت ہونے یا قضا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، مال بھی کافی خرچ کرنا پڑتا ہے، شاید اسی مناسبت سے ان اوصاف و خصال کا یہاں ذکر فرمایا۔

ف۱ پہلے مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم تھا۔ اب تصریحاً بتلادیا کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں جن کی ذوات میں اور جنکو ادب کے ساتھ قربان کرنے میں تمہارے لئے بہت سی دنیوی و اخروی بھلائیاں ہیں تو عام ضابطہ کے موافق چاہئے کہ اللہ کا نام پاک لیکران کو ذبح کرو۔ بالخصوص اونٹ کے ذبح کا بہترین طریقہ نحر ہے کہ اس کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اور ایک ہاتھ داہنا یا بایاں باندھ کر سینہ پر زخم لگائیں جب سارا خون نکل چکا وہ گر پڑا تب ٹکڑے کر کے استعمال کریں اور بہت اونٹ ہوں تو قطار باندھ کر کھڑا کریں۔ ف۲ یہ محتاج کی دو قسمیں تبلائیں۔ ایک جو صبر سے بیٹھا ہے سوال نہیں کرتا۔ تھوڑا مل جائے تو اسی پر قناعت کرتا ہے دوسرا جو بے قرار ہو کر سوال کرتا پھرتا ہے کچھ مل جائے تب بھی قرار نہیں۔ ف۳ یعنی ایسے بڑے بڑے جانور جو تم سے جثہ میں اور قوت میں کہیں زیادہ ہیں تمہارے قبضہ میں کر دیئے کہ تم ان سے طرح طرح کی خدمات لیتے ہو اور کیسی آسانی سے ذبح بھی کر لیتے ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ شرک کر کے الٹی ناشکری کرو۔

ف۴ اس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا یعنی جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ یہ گوشت اور خون اٹھ کر اسکی بارگاہ تک پہنچتا ہے اسکے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوش محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اسکی اجازت سے اس کے نام پر اسکے بیت کے پاس لیجا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ بس یہی وہ تقویٰ ہے جس کا ذکر "وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" میں کیا گیا تھا۔ اور جسکی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ
اُن کی کروٹ، تو کھاؤ اُس میں سے ف۱ اور کھلاؤ صبر سے بیٹھے کو اور بیقراری کرتے کو ف۲ اسی طرح
سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ
تمہارے بس میں کر دیا ہمنے اُن جانوروں کو تاکہ تم احسان مانو ف۳ اللہ کو نہیں پہنچتا اُن کا گوشت اور
لَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا
نہ اُن کا لہو لیکن اُس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب ف۴ اسی طرح اُن کو بس میں کر دیا
لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ
تمہارے کہ اللہ کی بڑائی پڑھو اس بات پر کہ تم کو راہ سجھائی اور بشارت سنادے نیکی والوں کو ف۵
اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ
اللہ دشمنوں کو ہٹا دیگا ایمان والوں سے ف۶ اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی دغاباز
كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ع اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
ناشکر ف۷ حکم ہوا اُن لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اِسواسطے کہ اُن پر ظلم ہوا ف۸ اور اللہ
عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے ف۹ وہ لوگ جن کو نکالا اُن کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں
اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے ف۱۰ اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو
بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ
دوسرے سے تو ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام
فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت اور اللہ مقرر مدد کریگا اُسکی جو مدد کریگا اُسکی بیشک اللہ
لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
زبردست ہے زور والا ف۱۱ وہ لوگ کہ اگر ہم اُنکو قدرت دیں ملک میں تو وہ قایم رکھیں نماز

ع ۵ / ١٢

ف۵ یعنی "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ" کہہ کر ذبح کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنی محبت و عبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ سجھادی، اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنادیا۔

ف۶ "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ" میں ان کفار کا ذکر تھا جو مسلمانوں کو حرم شریف کی زیارت اور حج و عمرہ وغیرہ سے روکتے تھے درمیان میں مسجد حرام اور اسکے متعلقات کی تعظیم و ادب کے احکام بیان فرمائے اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی مسلمان مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ عنقریب دشمنوں سے انکا راستہ صاف کر دیگا مسجد حرام تک پہنچنے اور اسکے متعلق احکام کی تعمیل کرنے میں کوئی مخالفانہ رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ بےخوف و خطر حج و عمرہ ادا کریں گے۔ گویا "وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ" میں جو بشارت دینے کا امر تھا اس کا ایک فرد یہ خوشخبری ہوئی۔

ف۷ یعنی دغاباز ناشکر گذاروں کو اگر ایک خاص میعاد تک مہلت دی جائے تو یہ مت خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں۔ یہ مہلت بعض مصالح اور حکمتوں کی بنا پر ہے۔ آخری انجام یہی ہونا ہے کہ اہل حق غالب ہوں اور باطل پرستوں کو راستہ سے چھانٹ دیا جائے۔

ف۸ جب تک آنحضرت صلعم مکہ میں تھے حکم تھا کہ کفار کی سختیوں پر مسلمان صبر کریں اور ہاتھ روکے رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے کامل تیرہ سال تک سخت زہرہ گداز مظالم کے مقابلہ میں بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جب مدینہ "دارالاسلام" بن گیا اور مسلمانوں کی قلیل سی جمعیت ایک مستقل مرکز پر جمع ہوگئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے اجازت ہوئی بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلہ پر تلوار اٹھائیں۔ اور اپنی جماعت اور مذہب کی حفاظت کریں۔ اس قسم کی کئی آیتیں اسی زمانہ میں نازل ہوئی ہیں۔

ف۹ یعنی اپنی قلت اور بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں۔ اللہ تعالیٰ مٹھی بھر فاقہ مستوں کو دنیا کی فوجوں اور سلطنتوں پر غالب کر سکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک شہنشاہانہ طرز میں مسلمانوں کی نصرت و امداد کا وعدہ تھا۔ جیسے دنیا میں بادشاہ اور بڑے لوگ وعدہ کے موقع پر اپنی شانِ وقار و استغناء دکھلانے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہاں تمہارا فلاں کام ہم کر سکتے ہیں۔ شاید یہ عنوان اس لئے اختیار کیا جاتا ہے کہ مخاطب سمجھ لے کہ ہم ایسا کرنے میں کسی سے مجبور نہیں ہیں جو کچھ کریں گے اپنی قدرت و اختیار سے کرینگے۔

ف۱۰ یعنی مسلمان مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا کوئی جرم نہ تھا نہ ان پر کسی کا کوئی دعویٰ تھا، بجز اسکے کہ وہ اکیلے ایک خدا کو اپنا رب کیوں کہتے ہیں۔ اینٹ پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے۔ گویا ان پر سب سے بڑا اور سنگین الزام اگر لگایا جا سکتا ہے تو یہی کہ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے کیوں ہو رہے۔ ف۱۱ یعنی اگر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ایک جماعت کو دوسری سے لڑنے بھڑنے کی اجازت نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کی سخت خلاف ورزی ہوگی۔ اس نے دنیا کا نظام ہی ایسا رکھا ہے کہ ہر چیز یا ہر شخص یا ہر جماعت دوسری چیز یا شخص یا جماعت کے مقابلہ میں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرتی رہے اگر ایسا نہ ہوتا اور نیکی کو اللہ تعالیٰ اپنی حمایت میں لیکر بدی کے مقابلہ میں کھڑا نہ کرتا تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا۔ بد دین اور شریر لوگ جن کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے تمام مقدس مقامات اور یادگاریں ہمیشہ کیلئے صفحۂ ہستی سے مٹادیتے۔ کوئی عبادتگاہ، تکیہ، خانقاہ، مسجد، مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا۔ بنائٍ علیہ ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہو جائیں قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں سے بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی جائے۔ اور حق تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنے والوں کی خود مدد فرما کر انکو دشمنانِ حق و صداقت پر غالب کرے بلاشبہ وہ ایسا قوی اور زبردست ہے کہ اسکی اعانت و امداد کے بعد ضعیف سے ضعیف چیز بڑی بڑی طاقتور ہستیوں کو شکست دے سکتی ہے۔ بہرحال اسوقت مسلمانوں کو ظالم کافروں کے مقابلہ میں جہاد و قتال کی اجازت دینا اسی قانونِ قدرت کے ماتحت تھا اور یہ وہ عام قانون ہے جسکا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا۔ اگر مدافعت و حفاظت کا یہ قانون نہ ہوتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نہ عیسائی راہبوں کے صومعے (کوٹھڑے) قائم رہتے نہ نصاریٰ کے گرجے نہ یہود کے عبادتخانے نہ مسلمانوں

بقیہ فوائد صفحہ۴۴۸ - کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ سب عبادتگاہیں گرا کر اور ڈھا کر برابر کردی جاتیں۔ پس اس عام قانون کے ماتحت کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو ایک وقت مناسب پر اپنے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔ **فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱** یہ ان ہی مسلمانوں کا بیان ہے جن پر ظلم ہوئے اور جن کو گھروں سے نکالا گیا یعنی خدا ان کی مدد کیوں نہ کریگا جب کہ وہ ایسی قوم ہے کہ اگر ہم اسے زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذاتِ خود بدنی و مالی نیکیوں میں لگے رہیں۔ اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطاء کی اور جو پیشینگوئی کی تھی حرف بحرف سچی ہوئی۔ فللہ الحمد علیٰ ذٰلک۔ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین اور ان میں اخص خصوص کے طور پر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حقانیت اور مقبولیت و منقبت ثابت ہوئی۔

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ

اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں بُرائی سے ف۱ اور اللہ کے

عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ

اختیار میں ہے آخر ہر کام کا ف۲ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو اُن سے پہلے جھٹلا چکی ہے نوح کی

نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ

قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین کے

مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ

لوگ ف۳ اور موسیٰ کو جھٹلایا ف۴ پھر میں نے ڈھیل دی منکروں کو پھر پکڑ لیا اُن کو

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

تو کیسا ہوا میرا انکار ف۵ سو کتنی بستیاں ہم نے غارت کر ڈالیں اور وہ گنہگار تھیں

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾

اب وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر ف۶ اور کتنے کوئے نکمے پڑے اور کتنے محل گچکاری کے ف۷

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ

کیا سیر نہیں کی ملک کی جو اُن کے دل ہوتے جن سے سمجھتے

بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ

یا کان ہوتے جن سے سنتے ف۸ سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں پر

تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ

اندھے ہو جاتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں ف۹ اور تجھ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب

وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ

اور اللہ ہرگز نہ ٹالے گا اپنا وعدہ ف۱۰ اور ایک دن تیرے رب کے یہاں ہزار برس کے برابر

سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَ

ہوتا ہے جو تم گنتے ہو ف۱۱ اور کتنی بستیاں ہیں کہ میں نے اُن کو ڈھیل دی اور

ف۲ یعنی گو آج مسلمان کمزور اور کافر غالب و قوی نظر آتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ آخر کار انہیں منصور و غالب کر دے۔ یا یہ مطلب کہ یہ امت خدا کا دین قائم کریگی ایک مدت تک آخر اللہ ہی جانے کیا ہو گا۔

ف۳ جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

ف۴ یعنی مصر کے قبطیوں نے۔

ف۵ یعنی مسلمانوں کے غلبہ و نصرت کے جو وعدے کئے جارہے ہیں، کفار اپنی موجودہ کثرت و قوت کو دیکھتے ہوئے انکی تکذیب نہ کریں، یہ خدا کی ڈھیل ہے۔ پہلی قوموں نے بھی خدا کی چند روزہ ڈھیل سے دھوکہ کھا کر اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ آخر جب پکڑے گئے تو دیکھ لو انکا حشر کیسا ہوا۔ اور خدا نے اپنے عذاب سے ڈرا کر ان کی شرارتوں پر جو انکار فرمایا تھا وہ کس طرح سامنے آگیا۔ اگلی آیت میں اسی کی تفصیل ہے۔

ف۶ یعنی بنیادیں ہلنے سے اول چھتیں گر پڑیں پھر دیواریں اور سارا مکان گر کر چھت کے ڈھیر پر آ رہا یہ ان کے تہ و بالا ہونے کا نقشہ کھینچا ہے۔

ف۷ یعنی کنوئیں جن پر پانی کھینچنے والوں کی بھیڑ رہتی تھی۔ آج ان میں کوئی ڈول پھانسنے والا نہ رہا۔ اور بڑے بڑے پختہ بلند عالیشان، قلعی چونے کے محل ویران کھنڈر بن کر رہ گئے۔ جن میں کوئی بسنے والا نہیں۔

ف۸ یعنی ان تباہ شدہ مقامات کے کھنڈر دیکھ کر کبھی غور و فکر نہ کیا، ورنہ ان کو سچی بات کی سمجھ آجاتی اور کان کھل جاتے۔

ف۹ یعنی آنکھوں سے دیکھ کر اگر دل سے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے۔ گو اسکی ظاہری آنکھیں کھلی ہوں پر دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ اور حقیقت میں زیادہ خطرناک اندھاپن وہ ہی ہے جس میں دل اندھے ہو جائیں (العیاذ باللہ)

ف۱۰ یعنی عذاب اپنے وقت پر یقیناً آکر رہے گا۔ استہزاء و تکذیب کی راہ سے جلدی مچانا فضول ہے۔

ف۱۱ یعنی تمہارے ہزار برس اسکے یہاں ایک دن کی برابر ہیں۔ جیسے مجرم آج اس کے قبضہ میں ہے ہزار برس گذرنے کے بعد بھی اسی طرح اسکے قبضہ و اقتدار کے نیچے ہے۔ کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ یا یہ مطلب کہ ہزار برس کا کام وہ ایک دن میں کر سکتا ہے۔ مگر کرتا وہی ہے جو اسکی حکمت و مصلحت کے موافق ہو۔ کسی کے جلدی مچانے سے وہاں کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ یا یوں کہا جائے کہ اخروی عذاب کا وعدہ ضرور آکر رہے گا۔ یعنی قیامت آئیگی اور تم کو پوری سزا ملے گی۔ آگے قیامت کے دن کا بیان ہوا کہ وہ ایک دن اپنی شدت دہول کے لحاظ سے ہزار سال کے برابر ہو گا پھر ایسی مصیبت کو بلانے کیلئے کیوں جلدی مچاتے ہو۔

ع ٦/١٠/١٣

هِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿٤٨﴾ قُلْ يٰاَيُّهَا

وہ گنہگار تھیں پھر میں نے اُن کو پکڑا اور میری طرف پھر کر آنا ہے ف۱ تو کہہ اے

النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

لوگو میں تو ڈر سُنا دینے والا ہوں تم کو کھول کر ف۲ سو جو لوگ یقین لائے اور کیں

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا

بھلائیاں اُنکے گناہ بخش دیتے ہیں اور اُنکو روزی ہے عزت کی ف۳ اور جو دوڑے

فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا

ہماری آیتوں کے ہرانے کو وہی ہیں دوزخ کے رہنے والے اور جو رسول بھیجا

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى

ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے

الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ

شیطان نے ملا دیا اُسکے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا پھر

يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي

پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمتوں والا ف۴ اس واسطے کہ جو کچھ شیطان نے

الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ

ملایا اس سے جانچے اُن کو کہ جن کے دل میں روگ ہیں اور جن کے

قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَّلِيَعْلَمَ

دل سخت ہیں اور گنہگار تو ہیں مخالفت میں دور جا پڑے اور اس واسطے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ

کہ معلوم کر لیں وہ لوگ جن کو سمجھ ملی ہے کہ یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے پھر اُس پر یقین لائیں اور

فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى

نرم ہو جائیں اُسکے آگے اُنکے دل اور اللہ سمجھانے والا ہے یقین لانے والوں کو

ف۱ یعنی کیا ڈھیل دینے سے وہ کہیں نکل کر بھاگ گئیں، آخر سب کو لوٹ کر ہماری ہی طرف آنا پڑا اور ہم نے ان کو پکڑ کر تباہ کر دیا۔ ف۲ یعنی میرا کام آگاہ و ہشیار کر دینا ہے۔ عذاب کا لے آنا میرے قبضہ میں نہیں خدا ہی کے قبضہ میں ہے کہ سب مطیع و عاصی کا فیصلہ کرے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال جگہ پر پہنچائے۔ ف۳ یعنی جنت میں میوے پھل اور عمدہ عمدہ الوان نعمت اور حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ ف۴ آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اپنے پیشرو حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی روش اختیار فرمائی ہے جس کی طرف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے بھی "حجۃ اللہ البالغہ" کے آخر میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رح "موضح القرآن" میں لکھتے ہیں "نبی کو ایک حکم (یا ایک خبر) اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اس میں ہرگز ذرہ بھر تفاوت نہیں ہو سکتا۔ اور ایک اپنے دل کا خیال (اور رائے کا اجتہاد) ہے وہ کبھی ٹھیک پڑتا ہے کبھی نہیں۔ جیسے حضرت صلعم نے خواب میں دیکھا (اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے) کہ آپ مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا۔ خیال میں آیا کہ شاید امسال ایسا ہوگا (چنانچہ عمرہ کی نیت سے سفر شروع کیا۔ لیکن درمیان میں احرام کھولنا پڑا) اور اگلے سال خواب کی تعبیر پوری ہوئی یا وعدہ ہوا کہ کافروں پر غلبہ ہوگا۔ خیال آیا کہ اب کی لڑائی میں۔ اس میں نہ ہوا، بعد کو ہوا۔ پھر اللہ جتلا دیتا ہے کہ جتنا حکم یا وعدہ تھا اُس میں سر مو تفاوت نہیں"۔ ہاں نبی کے ذاتی خیال و اجتہاد میں تفاوت ہو سکتا ہے۔ گو نبی اصل پیشینگوئی کے ساتھ ملا کر اپنے ذاتی خیال کی اشاعت نہیں کرتا بلکہ دونوں کو الگ رکھتا ہے۔ باقی اس صورت میں "القاء" کی نسبت شیطان کی طرف ویسی ہوگی جیسے "وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ" میں "انساء" کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ احقر کے نزدیک بہترین اور سہل ترین تفسیر وہ ہے جس کی مختصر اصل سلف سے منقول ہے۔ یعنی "تمنّٰی" کو بمعنی قرأت و تلاوت یا تحدیث کے اور "امنیت" کو بمعنی متلو یا حدیث کے لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شبہات ڈال دیتا ہے۔ یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً نبی نے آیت "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" پڑھ کر سنائی، شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں۔ یا آپ نے "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" پڑھا۔ اس نے شبہ ڈالا کہ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں حضرت مسیح و عزیر اور ملائکۃ اللہ بھی شامل ہیں۔ یا آپ نے حضرت مسیح کے متعلق پڑھا وَكَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ شیطان نے سمجھایا کہ اس سے حضرت مسیح کی ابنیت و الوہیت ثابت ہوتی ہے۔ اس القاء شیطانی کے ابطال و رد میں پیغمبر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وہ آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی پکی باتیں بتلاتے ہیں جن کو سن کر شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہے۔ گویا "متشابہات" کی ظاہری سطح کو لیکر شیطان جو اغوا کرتا ہے "آیات محکمات" اس کی جڑ کاٹ دیتی ہیں جنہیں سن کر تمام شکوک و شبہات ایک دم کافور ہو جاتے ہیں۔ یہ دو قسم کی آیتیں کیوں اتاری جاتی ہیں؟ شیاطین کو اتنی وسوسہ اندازی اور تصرف کا موقع کیوں دیا جاتا ہے؟ اور آیات کا جو احکام بعد کو کیا جاتا ہے ابتداء ہی سے کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ یہ سب امور حق تعالیٰ کی غیر محدود علم و حکمت سے ناشی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علماً و عملاً دار امتحان بنایا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی کارروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی بیماری یا سختی کی وجہ سے یا در ہوا شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون سمجھدار آدمی اپنے علم و تحقیق کی قوت سے ایمان و جنات کے مقام بلند پر پہنچ کر دم لیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آدمی نیک نیتی اور ایمانداری سے سمجھنا چاہے تو اللہ تعالیٰ دستگیری فرما کر اسکو سیدھی راہ پر قائم فرما دیتے ہیں۔ رہے منکرین و مشککین انکو قیامت تک اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا ؎ ہر چہ گیرد علتی علت شود۔ ہماری اس تقریر میں دور تک کئی آیتوں کا مطلب بیان ہوگیا۔ سمجھدار آدمی اسکے اجزاء کو آیات کے اجزاء پر بے تکلف منطبق کر سکتا ہے یہ آیات جیسا کہ ہم نے سورۂ "آل عمران" کے شروع میں بیان کیا تھا۔ "هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ الخ" سے بہت مشابہ ہیں۔ چنانچہ "اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ" میں متشابہات کا اور "ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ" میں "محکمات" کا ذکر ہوا۔ اور "لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً الخ" میں زائغین کی دو قسمیں مذکور ہوئیں جن میں اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کا کام ابتغاء تاویل، اور الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ کی غرض ابتغاء فتنہ ہے۔ آگے وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الخ کو آیۂ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ الخ کی جگہ سمجھو اور وہاں جو دعا رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا سے کی تھی یہاں اسکی اجابت کا ذکر وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ میں کیا گیا اور رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ کے مناسب "وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ الٰی قولہ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ" ہوئی (تنبیہ) آیت حاضرہ کے تحت میں مفسرین نے جو قصہ غرانیق کا ذکر کیا ہے اس پر بحث کا یہاں موقع نہیں۔ شاید سورۂ نجم میں کچھ لکھنے کی نوبت آئے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت بسط سے اس پر کلام کیا ہے۔ بہر حال آیت کا مطلب سلف کی تفسیر کے موافق بالکل صاف ہے گویا یہ تفصیل اس کی ہوئی جو اوپر کی وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ میں ابطال آیات اللہ کی سعی کا ذکر تھا۔

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ
راہ سیدھی ف۱ اور منکروں کو ہمیشہ رہے گا اس میں دھوکا
حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ
جب تک کہ آ پہنچے اُن پر قیامت بیخبری میں یا آ پہنچے اُن پر آفت ایسے دن کی
عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ
جسمیں راہ نہیں خلاصی کی ف۲ راج اُس دن اللہ کا ہے اُن میں فیصلہ کریگا ف۳ سو جو
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
یقین لائے اور کیں بھلائیاں نعمت کے باغوں میں ہیں اور جو منکر ہوئے
وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ
اور جھٹلائیں ہماری باتیں سو اُن کے لئے ہے ذلت کا عذاب اور جو لوگ
هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ
گھر چھوڑ آئے اللہ کی راہ میں پھر مارے گئے یا مر گئے البتہ اُن کو دیگا اللہ
رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُم
روزی خاصی اور اللہ ہے سب سے بہتر روزی دینے والا البتہ پہنچائیگا اُن کو
مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿٥٩﴾ ذَٰلِكَ ۖ وَمَنْ
ایک جگہ جس کو پسند کرینگے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے تحمل والا ف۴ یہ سُن چکے اور جس نے
عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ اللَّهُ
بدلہ لیا جیساکہ اُس کو دکھ دیا تھا پھر اُس پر کوئی زیادتی کرے تو البتہ اُسکی مدد کریگا اللہ ف۵
إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٦٠﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي
بیشک اللہ درگذر کرنیوالا بخشنے والا ہے ف۶ یہ اس واسطے کہ اللہ لے لیتا ہے رات کو
النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٦١﴾
دن میں اور دن کو رات میں ف۷ اور اللہ سنتا دیکھتا ہے ف۸

ف۱ "موضح القرآن" میں ہے "یعنی اس میں گمراہ بہکتے ہیں سو ان کا کام ہے بہکنا، اور ایمان والے اور زیادہ مضبوط ہوتے ہیں کہ اس کلام میں بندہ کا دخل نہیں۔ اگر ہوتا تو یہ بھی بندہ کے خیال کی طرح کبھی صحیح کبھی غلط نکلتا۔ اور جس کی نیت اعتقاد پر ہو۔ اللہ اس کو یہ بات سمجھاتا ہے" حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ فائدہ اپنے مذاق کے موافق لکھا ہے۔ ہمارا جو خیال ہے اس کی تقریر گذشتہ فائدہ میں گذر چکی۔ واللہ اعلم۔

ف۲ یعنی نفسِ قیامت کا ہولناک حادثہ اچانک آپہنچے یا اسی میت کی قیامت کے دن کا عذاب سامنے آجائے۔ اور ممکن ہے "عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ" سے دنیا کا عذاب مراد ہو۔ یعنی دنیا ہی میں سزا مل جائے جس سے کوئی رستگاری کی شکل نہیں۔

ف۳ یعنی قیامت کے دن اکیلے خدا کی بادشاہت کام کریگی۔ کسی کی ظاہری و مجازی حکومت برائے نام بھی باقی نہ رہے گی۔ اس وقت سب دنیا کا بیک وقت عملی فیصلہ ہو جائیگا جسکی تفصیل آگے مذکور ہے۔

ف۴ مومنین کا انجام پہلے بتلایا تھا، یہاں ان میں سے ایک ممتاز جماعت کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا۔ یعنی جو لوگ خدا کے راستہ میں گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے خواہ وہ لڑائی میں شہید ہوں یا طبعی موت سے مریں دونوں صورتوں میں اللہ کے ہاں ان کی خاص مہمانی ہوگی۔ کھانا پینا، رہنا سہنا سب انکی مرضی کے موافق ہوگا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کس چیز سے راضی ہونگے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کن لوگوں نے خالص اسکے راستہ میں اپنا گھر بار ترک کیا ہے۔ ایسے مہاجرین و مجاہدین کی فروگذاشتوں پر حق تعالیٰ تحمل کریگا۔ اور شانِ عفو سے کام لے گا یا "علیم" و "حلیم" کی صفات اس غرض سے ذکر کیں کہ اللہ سب کو جانتا ہے ان کو بھی جنہوں نے ایسے مخلص بندوں کو تکلیفیں دیکر گھر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن اپنی بردباری کی وجہ سے فوراً سزا نہیں دیتا۔

ف۵ یعنی مظلوم اگر ظالم سے واجبی بدلہ لے لے۔ پھر از سر نو ظالم اس پر زیادتی کرے تو وہ پھر مظلوم ٹھہر گیا۔ حق تعالیٰ پھر مدد کریگا جیسا کہ اسکی عادت ہے کہ مظلوم کی آخر حمایت کرتا ہے۔ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَہَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

ف۶ یعنی بندوں کو بھی چاہیئے کہ اپنے ذاتی اور معاشرتی معاملات میں عفو و درگذر کی عادت سیکھیں۔ ہر وقت بدلہ لینے کے درپے نہ ہوں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی واجبی بدلہ لینے والے کو خدا عذاب نہیں کرتا اگرچہ بدلہ نہ لینا بہتر تھا "بدر" کی لڑائی میں مسلمانوں نے بدلہ لیا کافروں کی ایذا کا۔ پھر کافر "احد" و "احزاب" میں زیادتی کرنے کو آئے۔ پھر اللہ نے پوری مدد کی"

ف۷ یعنی وہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کا الٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے اسی کے تصرف سے کبھی کے دن بڑے، کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ پھر کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک مظلوم قوم یا شخص کو امداد دے کر ظالموں کے پنجہ سے نکال دے بلکہ ان پر غالب و مسلط کردے۔ پہلے مسلمان مہاجرین کا ذکر تھا اس آیت میں اشارہ فرمادیا کہ عنقریب حالات رات دن کی طرح پلٹا کھانے والے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لے لیتا ہے اسی طرح کفر کی سرزمین کو اسلام کی آغوش میں داخل کردے گا۔

ف۸ یعنی مظلوم کی فریاد سنتا اور ظالم کی کرتوت دیکھتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ
یہ اس واسطے کہ اللہ وہی ہے صحیح اور جس کو پکارتے ہیں اسکے سوائے وہی ہے غلط
وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
اور اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ف۱ تونے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے
مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾
پانی پھر زمین ہوجاتی ہے سرسبز ف۲ بیشک اللہ جانتا ہے چھپی تدبیریں خبردار ہے ف۳
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ
اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ وہی ہے بے پروا
الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
تعریفوں والا ف۴ تونے نہ دیکھا کہ اللہ نے بس میں کر دیا تمہارے جو کچھ ہے زمین میں
وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ
اور کشتی کو جو چلتی ہے دریا میں اسکے حکم سے اور تھام رکھتا ہے آسمان کو اس کو کہ گر پڑے
عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ
زمین پر مگر اس کے حکم سے بیشک اللہ لوگوں پر نرمی کرنے والا
رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ
مہربان ہے ف۵ اور اسی نے تم کو جلایا پھر مارتا ہے پھر زندہ کریگا ف۶
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ
بیشک انسان ناشکر ہے ف۷ ہر امت کے لئے ہمنے مقرر کردی ایک راہ بندگی کی کہ وہ
نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ
اسی طرح کرتے ہیں بندگی، سو چاہئے تجھ سے جھگڑا نہ کریں اس کام میں اور تو بلائے جا اپنے رب کی طرف، بیشک
لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ
تو ہے سیدھی راہ پر سوجھ والا اور اگر تجھ سے جھگڑنے لگیں تو تو کہہ اللہ بہتر جانتا ہے

ف۱ یعنی اللہ کے سوا ایسے عظیم الشان انقلابات اور کس سے ہو سکتے ہیں۔ واقع میں صحیح اور سچا خدا تو وہ ہی ایک ہے باقی اس کو چھوڑ کر خدائی کے جو دوسرے پاکھنڈ پھیلائے گئے ہیں سب غلط جھوٹ اور باطل ہیں۔ اسی کو خدا کہنا اور معبود بنانا چاہئے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالاتفاق اسی ایک اللہ کی ہے۔

ف۲ اسی طرح کفر کی خشک و ویران زمین کو اسلام کی بارش سے سبزہ زار بنا دے گا۔

ف۳ وہ ہی جانتا ہے کہ کس طرح بارش کے پانی سے سبزہ اگ آتا ہے قدرت اندر ہی اندر ایسی تدبیر و تصرف کرتی ہے کہ خشک زمین پانی وغیرہ کے اجزا کو اپنے اندر جذب کر کے سرسبز و شاداب ہو جائے۔ اسی طرح وہ اپنی مہربانی، لطیف تدبیر و تربیت، اور کمال خبرداری و آگاہی سے قلوب بنی آدم کو فیوض اسلام کا مینہ برسا کر سرسبز و شاداب بنا دیگا۔

ف۴ یعنی آسمان و زمین کی تمام چیزیں جب اسی کی مملوک و مخلوق ہیں اور سب کو اسکی احتیاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں تو ان میں جس طرح چاہے تصرف اور ادل بدل کرے، کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ البتہ باوجود غنائے تام اور اقتدار کامل کے کرتا وہ ہی ہے جو سراپا حکمت و مصلحت ہو۔ اس کے تمام افعال محمود ہیں اور اسکی ذات تمام خوبیوں اور صفاتِ حمیدہ کی جامع ہے۔

ف۵ یعنی اس کو تمہاری یا کسی کی کیا پروا تھی محض شفقت و مہربانی دیکھو کس طرح خشکی اور تری کی چیزوں کو تمہارے قابو میں کر دیا۔ پھر اسی نے اپنے دستِ قدرت سے آسمان، چاند، سورج اور ستاروں کو اس فضائے ہوائی میں بدون کسی ظاہری کھمبے یا ستون کے تھام رکھا ہے جو اپنی جگہ سے نیچے نہیں سرکتے۔ ورنہ گر کر اور ٹکرا کر تمہاری زمین کو پاش پاش کر دیتے۔ جب تک اس کا حکم نہ ہو یہ کرات یوں ہی اپنی جگہ قائم رہیں گے مجال نہیں کہ ایک انچ سرک جائیں۔ "اِلَّا بِاِذْنِهٖ" کا استثنار محض اثبات قدرت کی تاکید کے لئے ہے۔ یا شاید قیامت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔ واللہ اعلم

ف۶ اسی طرح کفر و جہل سے جو قوم روحانی موت مر چکی تھی، ایمان و معرفت کی روح سے اس کو زندہ کر دے گا۔

ف۷ یعنی اتنے احسانات و انعامات دیکھ کر بھی اس کا حق نہیں مانتا منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ
جو تم کرتے ہو اللہ فیصلہ کریگا تم میں قیامت کے دن جس چیز میں تمہاری
فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ
راہ جُدا جُدا تھی ف۱ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمان
وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾
اور زمین میں یہ سب لکھا ہوا ہے کتاب میں یہ اللہ پر آسان ہے ف۲
وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا
اور پوجتے ہیں اللہ کے سوائے اُس چیز کو جس کی سند نہیں اتاری اُس نے اور جس کی
لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا
خبر نہیں اُن کو ف۳ اور بے انصافوں کا کوئی نہیں مددگار ف۴ اور جب
تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
سنائے اُن کو ہماری آیتیں صاف تو پہچانے تو منکروں کے منہ کی بُری
الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ
شکل نزدیک ہوتے ہیں کہ حملہ کر پڑیں اُن پر جو پڑھتے ہیں اُن کے پاس ہماری آیتیں ف۵
قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ
تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ایک چیز اس سے بدتر وہ آگ ہے اُس کا وعدہ کر دیا ہے اللہ نے
كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ
منکروں کو اور وہ بہت بُری ہی پھر جانے کی جگہ ف۶ اے لوگو ایک مثل کہی ہے
فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا
سو اُس پر کان رکھو ف جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے ہرگز نہ بنا سکینگے
ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا
ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہو جائیں اور اگر کچھ چھین لے اُن سے مکھی

ع ٩ ٨ ١٦

ف۱ تمام انبیاء اصولِ دین میں متفق رہے ہیں۔ البتہ ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بندگی کی صورتیں مختلف زمانوں میں مختلف مقرر کی ہیں۔ جن کے موافق وہ امتیں خدا کی عبادت بجالاتی رہیں۔ اس امت محمدیہ کیلئے بھی ایک خاص شریعت بھیجی گئی لیکن اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا۔ بجز اللہ کے کبھی کسی دوسری چیز کی عبادت مقرر نہیں کی گئی۔ اس لئے توحید وغیرہ کے ان متفق علیہ کاموں میں جھگڑا کرنا کسی کو کسی حال زیبا نہیں۔ جب ایسی کھلی ہوئی چیز میں بھی حجتیں نکالی جائیں تو آپ کچھ پروانہ کریں۔ آپ جس سیدھی راہ پر قائم ہیں لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیئے۔ اور خواہ مخواہ کے جھگڑے نکالنے والوں کا معاملہ خدائے واحد کے سپرد کیجئے وہ خود انکی تمام حرکات سے خوب واقف ہے قیامت کے دن ان کے تمام اختلافات اور جھگڑوں کا عملی فیصلہ کردے گا آپ دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کرکے ان کی فکر میں زیادہ دردسری نہ اٹھائیں۔ ایسے ضدی معاندین کا علاج خدا کے پاس ہے (تنبیہ) "فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ" کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جداگانہ دستور العمل مقرر کیا ہے، پھر اس پیغمبر کی امت کے لئے نئی شریعت آئی تو جھگڑنے کی کیا بات ہے۔ بعض مفسرین نے "مَنْسَك" کے معنی ذبح قربانی کے لئے ہیں، مگر اقرب وہ ہی ہے جو مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اختیار فرمایا۔ واللہ اعلم

ف۲ یعنی کچھ ان کے اعمال پر منحصر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو محیط ہے اور بعض مصالح اور حکمتوں کی بناء پر اسی علم کے موافق تمام واقعات "لوح محفوظ" میں اور بنی آدم کے تمام اعمال ان کے اعمالناموں میں لکھ بھی دیئے گئے ہیں۔ اسی کے موافق قیامت کے دن فیصلہ ہوگا۔ اور اتنی بے شمار چیزوں کا ٹھیک ٹھیک جاننا اور لکھ دینا اور اسی کے مطابق ہر ایک کا فیصلہ کرنا، ان میں سے کوئی بات اللہ کے ہاں مشکل نہیں جس میں کچھ تکلیف یا دقت اٹھانی پڑے۔

ف۳ محض باپ دادوں کی کورانہ تقلید میں ایسا کرتے ہیں، کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہیں رکھتے۔

ف۴ سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ سو ایسے ظالم اور بے انصاف لوگ خوب یاد رکھیں کہ انکے شرکاء مصیبت پڑنے پر کچھ کام نہ آئینگے نہ اور کوئی اس وقت مدد کرسکے گا۔

ف۵ یعنی قرآن کی آیتیں (جو توحید وغیرہ کے صاف بیانات پر مشتمل ہیں) سن کر کفار و مشرکین کے چہرے بگڑ جاتے اور مارے ناخوشی کے تیوریاں بدل جاتی ہیں۔ حتّٰی کہ شدت غیظ و غضب سے پاگل ہو کر چاہتے ہیں کہ آیات سنانے والوں پر حملہ کردیں۔ چنانچہ بعض اوقات کر بھی گذرتے ہیں۔

ف۶ یعنی تمہارے اس غیظ و غضب اور ناگواری سے بڑھ کر جو آیات اللہ کے پڑھے جانے پر پیدا ہوتی ہے، ایک سخت بُری ناگوار چیز اور ہے جس پر کسی طرح صبر ہی نہ کرسکو گے۔ وہ دوزخ کی آگ جس کا وعدہ کافروں سے کیا جاچکا ہے۔ دونوں کا موازنہ کرکے فیصلہ کرلو کہ کونسا تلخ گھونٹ پینا تم کو نسبۃً آسان ہوگا

ف یہ توحید کے مقابلہ میں شرک کی شناعت و قبح ظاہر کرنے کے لئے مثال بیان فرمائی جسے کان لگا کر سننا اور غور و فکر کرکے سمجھنا چاہئے۔ تا ایسی رکیک و ذلیل حرکت سے باز رہو۔

لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا
چھڑا نہ سکیں وہ اُس سے بودا ہے چاہنے والا اور جن کو چاہتا ہے ف۱

قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ
اللہ کی قدر نہیں سمجھے جیسی اُسکی قدر ہے بیشک اللہ زورآور ہے زبردست ف۲ اللہ چھانٹ لیتا ہے

مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾
فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں ف۳ اللہ سُنتا دیکھتا ہے ف۴

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے اور اللہ تک پہنچ ہے

الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا
ہر کام کی ف۵ اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو

رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ
اپنے رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۶ اور محنت کرو اللہ کے واسطے

حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ
جیسی کہ چاہئے اسکے واسطے محنت ف۷ اُس نے تم کو پسند کیا ف۸ اور نہیں رکھی تم پر دین میں

مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬
کچھ مشکل ف۹ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ف۱۰ اُسی نے نام رکھا تمہارا مسلمان

مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ
پہلے سے اور اس قرآن میں ف۱۱ تاکہ رسول ہو بتانے والا تم پر اور

تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
تم ہو بتلانے والے لوگوں پر ف۱۲ سو قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۷۸﴾ ع
اور مضبوط پکڑو اللہ کو وہ تمہارا مالک ہے سو خوب مالک ہے اور خوب مددگار ف۱۳

السجدۃ عند الشافعی

ف۱ یعنی مکھی بہت ہی ادنیٰ اور حقیر جانور ہے۔ جن چیزوں میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ سب مل کر ایک مکھی پیدا کردیں، یا مکھی ان کے چڑھاوے وغیرہ میں سے کوئی چیز لیجائے تو اس سے واپس لے سکیں ان کو "خالق السمٰوات والارضین" کے ساتھ معبودیت اور خدائی کی کرسی پر بٹھا دینا کس قدر بے حیائی، حماقت اور شرمناک گستاخی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مکھی بھی کمزور مکھی سے زیادہ ان کے بت کمزور اور بتوں سے بڑھ کر ان کا پوجنے والا کمزور ہے جس نے ایسی حقیر اور کمزور چیز کو اپنا معبود وحاجت روا بنا لیا۔ ف۲ سمجھتے تو ایسی گستاخی کیوں کرتے۔ کیا اللہ کی شان رفیع اور قدر و منزلت اتنی ہے کہ ایسی کمزور چیزوں کو اس کا ہمسر بنا دیا جائے؟ (العیاذ باللہ) اس کی قوت و عزت کے سامنے تو بڑے بڑے مقرب فرشتے اور پیغمبر بھی مجبور و بے بس ہیں۔ آگے ان کا ذکر کیا ہے۔ ف۳ یعنی بعض فرشتوں سے پیغامبری کا کام لیتا ہے (مثلاً جبریل علیہ السلام) اور بعض انسانوں سے جن کو خدا اس منصب کے لئے انتخاب فرمائے گا ظاہر ہے ان کا درجہ دوسری تمام خلائق سے اعلیٰ ہونا چاہئے۔ ف۴ یعنی ان کی تمام باتوں کو اور ان کے ماضی و مستقبل کے تمام احوال کو دیکھتا ہے اس لئے وہ ہی حق رکھتا ہے کہ جس کے احوال و استعداد پر نظر کرکے منصب رسالت پر فائز کرنا چاہے فائز کردے۔ "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" (انعام رکوع ۱۵) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ساری خلق میں بہتر وہ لوگ ہیں پیغام پہنچانے والے فرشتوں میں بھی وہ فرشتے اعلیٰ ہیں ان کو (یعنی انکی ہدایات کو) چھوڑ کر بتوں کو مانتے ہو" کس قدر بے تکی بات ہے۔

ف۵ یعنی وہ بھی اختیار نہیں رکھتے، اختیار ہر چیز میں اللہ کا ہے (کذا فی الموضح)

ف۶ شرک کی تقبیح اور مشرکین کی تفضیح کے بعد مومنین کو خطاب فرماتے ہیں کہ تم اکیلے اپنے رب کی بندگی پر لگے رہو۔ اسی کے آگے جھکو، اسی کے حضور میں پیشانی ٹیکو، اور اسی کے لئے دوسرے بھلائی کے کام کرو۔ تاکہ دنیا اور آخرت میں تمہارا بھلا ہو۔

ف۷ اپنے نفس کو درست رکھنے اور دنیا کو درستی پر لانے کیلئے پوری محنت کرو جو اتنے بڑے اہم مقصد کے شایان شان ہو۔ آخر دنیوی مقاصد میں کامیابی کیلئے کتنی محنتیں اٹھاتے ہو۔ یہ تو دین کا اور آخرت کی دائمی کامیابی کا راستہ ہے جس میں جس قدر محنت برداشت کی جائے انصافاً تھوڑی ہے (تنبیہ) لفظ "مجاہدہ" میں ہر قسم کی زبانی، قلمی، مالی، بدنی کوشش شامل ہے۔ اور "جہاد" کی تمام قسمیں (جہاد مع النفس، جہاد مع الشیطان، جہاد مع الکفار، جہاد مع البغاۃ، جہاد مع المبطلین) اسکے نیچے مندرج ہیں۔

ف۸ کہ سب سے اعلیٰ و افضل پیغمبر دیا اور تمام شرائع سے اکمل شریعت عنایت کی، تمام دنیا میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے تم کو چھانٹ لیا اور سب امتوں پر فضیلت بخشی۔

ف۹ دین میں کوئی ایسی مشکل نہیں رکھی جس کا اٹھانا کٹھن ہو احکام میں ہر طرح کی رخصتوں اور سہولتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم خود اپنے اوپر ایک آسان چیز کو مشکل بنا لو۔

ف۱۰ ابراہیم علیہ السلام چونکہ حضورؐ کے اجداد میں ہیں اس لئے ساری امت کے باپ ہوئے، یا یہ مراد ہو کہ عربوں کے باپ ہیں کیونکہ اولین مخاطب قرآن کے وہ ہی تھے۔

ف۱۱ یعنی اللہ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام "مسلم" رکھا (جس کے معنی حکمبردار اور وفا شعار کے ہیں) یا ابراہیمؑ نے پہلے تمہارا یہ نام رکھا تھا جب کہ دعا میں کہا "وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ" (بقرہ رکوع ۱۵) اور اس قرآن میں شاید ان ہی کے مانگنے سے یہ نام پڑا ہو۔ بہرحال تمہارا نام "مسلم" ہے۔ گو اور امتیں بھی مسلم تھیں مگر لقب یہ تمہارا ہی ٹھہرا ہے سو اس کی لاج رکھنی چاہئے۔

ف۱۲ یعنی پسند کیا تم کو اس واسطے کہ تم اور امتوں کو سکھاؤ اور رسول تم کو سکھائے۔ اور یہ امت جو سب سے پیچھے آئی یہ ہی غرض ہے کہ تمام امتوں کی غلطیاں درست کرے اور سب کو سیدھی راہ بتائے۔ گویا جو مجد و شرف اس کو ملا ہے اسی وجہ سے ہے کہ یہ دنیا کے لئے معلم بنے اور تبلیغی جہاد کرے۔ (تنبیہ) دوسرے مفسرین نے "شہید" اور "شہداء" کو بمعنی "گواہ" لیا ہے۔ قیامت کے دن جب دوسری امتیں انکار کریں گی کہ پیغمبروں نے ہم کو تبلیغ نہیں کی اور پیغمبروں سے گواہ مانگے جائینگے تو وہ امت محمدیہ کو بطور گواہ پیش کریں گے، یہ امت گواہی دے گی کہ بیشک پیغمبروں نے دعوت و تبلیغ کرکے خدا کی حجت قائم کردی تھی۔ جب سوال ہوگا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا جواب دینگے کہ ہمارے نبی نے اطلاع کی جس کی صداقت پر خدا کی محفوظ کتاب (قرآن کریم) گواہ ہے۔ گویا یہ فضل و شرف اس لئے دیا گیا کہ تم کو ایک بڑے عظیم الشان مقدمہ میں بطور معزز گواہ کے کھڑا ہونا ہے۔ لیکن تمہاری گواہی کی سماعت اور وقعت بھی تمہارے پیغمبر کے طفیل میں ہے کہ وہ تمہارا تزکیہ کرینگے۔

ف۱۳ یعنی انعامات الٰہیہ کی قدر کرو، اپنے نام و لقب اور فضل و شرف کی لاج رکھو۔ اور سمجھو کہ تم بہت بڑے کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہو۔ اس لئے اول اپنے کو نمونہ عمل بناؤ۔ نماز، زکوٰۃ (بالفاظ دیگر بدنی و مالی عبادات) میں کوتاہی نہ ہونے پائے، ہر کام میں اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو۔ ذرا بھی قدم جادۂ حق سے ادھر ادھر نہ ہو۔ اسکے فضل و رحمت پر اعتماد رکھو۔ تمام کمزور سہارے چھوڑ دو، تنہا اسی کو اپنا مولیٰ اور مالک سمجھو، اس سے اچھا مالک و مددگار اور کون ملے گا؟ رَبِّ اجْعَلْنَا مِنْ مُّقِیْمِی الصَّلٰوةِ وَمُؤْتِی الزَّكٰوةِ وَالْمُعْتَصِمِیْنَ بِكَ وَالْمُتَوَكِّلِیْنَ عَلَیْكَ فَاَنْتَ مَوْلَانَا وَنَاصِرُنَا فَنِعْمَ الْمَوْلٰى اَنْتَ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ تم سورۃ الحج بفضلہ ومنہ فلہ الحمد وعلیٰ نبیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔